جلد 11 شمارہ 7 مئی 2009ء جمادی اوّل 1430ھ

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا

محبّت

صداقت

اللّٰہ

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

منشور دعوت

یٰاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًاo
وَسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّاَصِیۡلًاo

(الاحزاب۔ 42,41)

ترجمہ

اے ایمان والواللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو
اور صبح وشام اِس کی تسبیح کیا کرو۔

ماہنامہ
آدمیت
گوجرانوالہ
فلاح
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
Mob: 0300-6493335

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ کے لئے

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ)
وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835
055-3003304

رابطہ مدیر : 0321-6400942
فیکس نمبر : +92-55-3736841
ای میل : info@toheedia.net

قیمت شمارہ ———— -/20 روپے
سالانہ فنڈ ———— -/200 روپے

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراجدین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

اس شمارے میں

درس قرآن

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

الکہف

نام

اِس سورۃ میں اصحابِ کہف کی تفصیلات درج ہیں ۔اِسی مناسبت سے اس کا نام ''الکہف'' رکھا گیا۔

زمانہ نزول

سورۂ کہف کا تعلق مکی زندگی کے تیسرے دور کے ساتھ ہے جب اہل مکہ کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا اور مسلمانوں کے معاشرتی مقاطعے کی بابت سوچ و بچار کی جا رہی تھی ۔اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اصحابِ کہف کے واقعہ سے ہمت دلائی کیونکہ اِس سورۃ میں پہلے دور کے اہل ایمان پر کئے جانے والے مظالم کا ذکر ہے۔

شانِ نزول

کُتب حدیث میں ہے کہ اہل مکہ نے اہل کتاب سے مشورہ کیا اور نبی اکرم ﷺ کیلئے تین سوالات بطور امتحان چنے گئے جن کا تعلق سرزمین حجاز سے نہ تھا۔بعض روایات میں ان کی تفصیل مذکور ہے۔

اِن میں سے پہلا سوال یہ تھا کہ اصحابِ کہف کون تھے؟

دوسرا سوال خضر علیہ السلام سے متعلق تھا۔

تیسرا سوال ذوالقرنین کے بارے میں تھا۔

اِن تینوں واقعات کی تفصیلات آپ ﷺ سے پوچھی گئیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ آپ کا ذریعہ علم حقیقتاً وحی ہے یا نہیں ۔

مضامین

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں سوالات کا مفصل جواب بھی آپ کو بتایا اور صورتِ حال

کی مطابقت بھی واضح کردی۔یہ قرآنِ مجید کا خاص انداز ہے کہ اندازِ تخاطب میں خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبے سے مخاطب کو حق اپنانے کی ترغیب دلائی جاتی ہے۔

(الف)وہ عقیدہ توحید کے قائل تھے۔اہل خاندان نے ان کے ساتھ تحقیر آمیز رویہ اختیار کیا جیسا کہ تم اہل مکہ نے عقیدہ توحید کے ماننے والوں کے ساتھ روا رکھا ہوا ہے۔اگر اِس دور کے روساء و اُمراء ظلم و آمریت کی آخری حدوں کو چھونے کے بعد راہی دارِفنا ہوئے تو تمہارا انجام اِن سے مختلف نہ ہوگا۔بلکہ تم سے بھی موت کے بعد کی زندگی میں اِس ظلم و ستم کے بارے میں باز پُرس کی جائے گی۔

(ب)مسلمانوں کو اِس واقعے کے ذیل میں ایماندار مجاہدوں کی عظمت و کردار سے باخبر کیا گیا کہ اصحابِ کہف گنتی کے چند نوجوان تھے مگر انہوں نے نفس کے پجاریوں کے سامنے سر جھکانے کی بجائے اللہ کے بھروسے پر ہجرت کی راہ اختیار کی۔

(ج)اِسی طرح اصحابِ کہف کے واقعے سے موت کے بعد کی زندگی پر استدلال کیا گیا کہ جس طرح مدت دراز کے بعد ان غار کے مکینوں کو موت کی نیند سے جگایا گیا،اِسی طرح وہ قادرِ مطلق تم کو بھی موت کے بعد دوبارہ زندگی کرنے پر قادر ہے۔

(2)دولت کے نشے میں بدمست ایک منکر اور مسکین مومن کے واقعے کا ذکر کرکے دولت کی ناپائداری کو واضح کیا اور ہر دور میں دولت کے نشے میں چور منکرین کو حقیقت سے باخبر کیا۔

(3)موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعے کے ذکر میں مومنین کیلئے تسلی اور اللہ کی مشیت و قدرت کی جانب اشارہ ہے کیونکہ انسان دنیا میں رونما ہونے والے اکثر واقعات کے انجام سے بےخبری کے باعث حیران ہوتا ہے۔حالانکہ ان سب کے پس پردہ مصلحت و مشیت ایزدی کارفرما ہوتی ہے۔

(4)ذوالقرنین کے واقعے میں اِس کی عظمت و جلالت اور وسیع تر ذرائع و اسباب کے مالک ہونے اور ان سب کی باوجود خالق حقیقی کے سامنے سربسجود رہنے کا ذکر ہے۔اِس کی جلالت شان کے تذکرے میں کفار کے سوال کا جواب اور اِس حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ذوالقرنین

نے دنیا کی بڑی اور مضبوط دیوار بنا کر بھی توکل اور بھروسہ اللہ ہی پر کیا نہ کہ اپنی تعمیر کردہ دیوار پر کیا اور کہا کہ یہ مضبوط ترین دیوار بھی ایک وقت شگافوں میں تبدیل ہو جائے گی۔اس ذیل میں اہل مکہ کو توجہ دلائی کہ تم معمولی سی تجارت اور معمولی حویلی و جاگیر کی ملکیت پر اِتراتے پھرتے ہو اور اپنے تئیں خدا بنے بیٹھے ہو۔

اہل کتاب کے تجویز کردہ ان سولات کے جواب کے بعد دین اسلام کے بنیادی مسائل توحیداور آخرت پر ایمان کے فوائد کا ذکر کیا اور رسالت کے ذیل میں یہ بات واضح کر دی کہ نبی اکرم ﷺ تم ہی میں سے ہیں مگر آپ کی عظمت اس میں ہے کہ آپ اللہ تعالی کے احکام کے امین ہیں۔اگر تم لوگ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اپنی اصلاح کر لوگے تو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی بصورت دیگر دنیا وآخرت میں ہر جگہ ذِلت تمہارا مقدر ہو گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتب ولم یجعل له عوجاًo قیما لینذر باسًا شدیدا من لدنه و یبشر المومنین الذین یعملون الصلحت ان لهم اجرا حسناo (کہف 1-2)

''ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی اور پیچیدگی نہ رکھی، بالکل سیدھی تا کہ لوگوں کو آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں، خوشخبری سنائے کہ ان کیلئے نیک جزا ہے''

قرآن کتابِ فلاح ہے

یہاں ایک بات واضح ہو جائے کہ قرآنِ کریم فرقانِ حمید تاریخ کی کتاب نہیں ہے، قرآنِ مجید کا موضوع انسان اور اس کی فلاح ہے۔اِس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اِس لئے اِس میں جتنے بھی تاریخی واقعات مذکور ہیں، وہ مورخانہ انداز میں بیان نہیں ہوئے۔

نبی ﷺ کو تسلی اور دلاسہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فلعلك باخع نفسك علی اثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفاo (الکہف۔6)

''(اے محمد ﷺ) شاید تم اُن کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھودینے والے ہو، اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے''۔

قرآنِ مجید میں کئی جگہوں پر حضور ﷺ کو اس بات پر تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف دین کی بات پہنچا دینا ہے، ان کو مومن بنا دینا نہیں ہے۔ یہ کسی بھی نبی کے ذِمے نہیں رہا۔ ایک جگہ یوں فرمایا۔

انك لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاءُo

''آپ جسکو چاہیں، ہدایت نہیں دے سکتے۔ ہدایت اِسی کو ملے گی جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے گا''۔ (القصص: 56)

حضور ﷺ کو بار بار یہ تسلی اِس لئے دی گئی کہ آپ ہمیشہ اِس فکر میں رہتے کہ اگر لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تو اس اُمت کی اکثریت جہنم کی مستحق ٹھہرے گی۔ ایک جگہ یوں فرمایا:۔

طهo ما انزلنا علیك القران لتشقیo الا تذکرۃ لمن یخشیo

''طہٰ۔ ہم نے قرآن آپ پر اِس لئے نہیں اُتارا کہ آپ کو تکلیف اور مشقت میں مبتلا کریں۔'' (طہٰ۔1-2)

آپ اِسے اپنا روگ بنا کر غم میں نہ گھلے جائیں۔ حضور ﷺ کو یہ فکر اس وجہ سے تھا کہ آپؐ نے دین کی دعوت کو اپنی پہلی ترجیح بنا لیا تھا۔

اصحابِ کہف

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

ام حسبت ان اصحب الکھف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا o اذ اوی الفتیة الی الکھف فقالوا ربنا اتنا من لدنك رحمة وھی لنا من امرنا رشدًاo-------------------- فلا تمار فیھم الا

مراءً ظاهرًا ولا تستفت فیھم منھم احدًاo (الکہف۔9-22)

''کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور لوح والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے۔جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی تو کہنے لگے۔''اے ہمارے رب!تو ہم کواپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمارے کام میں درستی کے سامان مہیا کر''۔چنانچہ ہم نے غار میں کئی سال تک ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈالے رکھا(یعنی سلائے رکھا)پھر ہم نے ان کو(جگا) اُٹھایا تا کہ ہم یہ معلوم کریں کہ دونوں گروہوں میں سے کس نے یاد رکھا کہ کتنی مدت وہ رہے۔ہم آپ سے ان کے حالات صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دی تھی اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔جب وہ اُٹھ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے:''ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ہم اِس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہیں کریں گے۔اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ بات بڑی بے جا ہوگی۔یہ ہماری قوم ہے انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لائے؟تو اِس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے؟اور جب تم نے اُن سے علیحدگی اختیار کی اور ان کے معبودوں سے بھی،تو تم غار میں چل کر پناہ لو،تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت وسیع کر دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اِس کام میں آسانی کے سامان مہیا کر دے گا''اور(اے مخاطب)جب سورج نکلے تو تم دیکھو گے ان کے غار سے دھوپ داہنی طرف سمٹ جاتی ہے اور جب غروب ہو تو ان سے بائیں طرف کترا جاتی ہے اور وہ لوگ اِس غار کے میدان میں تھے۔یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دیتا ہے تو تم اِس کیلئے کوئی درست راہ بتانے والا نہ پاؤ گے۔اور تم خیال کرتے ہو وہ جاگ رہے ہیں،حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم ان کو دائیں بائیں اُلٹ پلٹ کرتے رہے ہیں اور ان کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے رہتا تھا۔اگر تم ان کو جھانک کر دیکھتے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور ان سے دہشت میں آ جاتے اور اِسی طرح ہم نے ان کو اُٹھایا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں۔اُن میں سے ایک

کہنے والے نے کہا:تم (یہاں) کتنی مدت رہے؟تو بعض کہنے لگے کہ ایک دن یا اِس سے کم رہے ہوں گے۔دوسروں نے کہا کہ تمہارا رب (ہی) جانتا ہے کہ تم کتنا عرصہ رہے۔اب تم اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیج دو۔وہ یہ دیکھے کونسا کھانا حلال ہے،تو اِس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے کر آئے اور اچھی تدبیر سے کام کرے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔اگر اِن لوگوں کو تمہاری خبر ہو گئی تو تم کو سنگسار کر ڈالیں گے یا تم کو اپنے دین میں داخل کر لیں گے۔اگر ایسا ہوا تو تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔اِس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے خبردار کر دیا تھا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ قیامت کے بارے میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں۔

جب یہ آپس میں ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے تو ان لوگوں نے کہا:اِن کے پاس ایک عمارت بنا دو،ان کا رب ان کے حال سے خوب واقف ہے۔جو لوگ ان کے ہاں صاحب امر و اختیار تھے،انہوں نے کہا کہ ہم ان کے غار کے پاس مسجد بنائیں گے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ تین تھے،چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ پانچ تھے،چھٹا ان کا کتا تھا۔بے تحقیق بات کر رہے ہیں اور بعض کہتے ہیں وہ سات تھے،آٹھواں ان کا کتا تھا۔آپ کہہ دیں کہ میرا رب ان کی گنتی خوب جانتا ہے۔ان (کے شمار) کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔پس آپ ان کے بارے میں سوائے سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیا کریں اور آپ ان کے بارے میں ان میں سے کسی سے کچھ پوچھا نہ کریں"۔

اِن آیات میں اصحاب کہف کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔اصحاب کہف کے اسماء ذکر نہیں کئے گئے،نہ صحیح جگہ اور تعداد لکھی گئی بلکہ وہ باتیں بیان کی گئیں جن کا تعلق ہماری زندگی سے ہے۔مثلاً ان کے عقائد کہ وہ اللہ والے لوگ تھے،توحید پر ایمان رکھتے تھے جس کی وجہ سے معاشرہ ان کو برداشت کرنے سے عاری تھا۔اِس لئے وہ بے چارے چھپ کر غار میں سو گئے اور اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر ان کو سلائے رکھا اور جب تین سو سال بیت گئے تو وہ اُٹھے اور اپنے معاشرے میں گئے اور اِن سکوں سے کھانے پینے کی اشیاء کی خریداری کی کوشش کی جو اِن کے پاس تھے۔لوگ حیران رہ گئے کہ یہ تین سو سال پرانے لوگ کہاں سے آ گئے۔عین اِس زمانے میں اس ماحول کے

اندر ایک بحث چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مردوں کو کیسے زندہ کریں گے؟ تائید غیبی کے طور پر ان حضرات کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت ہو گیا۔

ایک اہم نصیحت

یہ بات اِس سے قبل بیان ہو چکی کہ اصحابِ کہف کی صحیح تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اِس کی تحقیق و تجسس میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں۔ اب کے بعد نبی اکرم ﷺ کے توسط سے ایک اہم ترین نصیحت کی گئی۔

ولا تقولن لشای ءِ انی فاعلی ذلك غداo

الا ان یشاء اللّٰہ۔ واذکر ربك اذا نسیت و قل عسی ان یهدین ربی لا قرب من هذا رشدًاo (الکہف23-24)

’’کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کروں گا (تم کچھ نہیں کر سکتے) سوائے اِس کے کہ اگر اللہ چاہے۔ اگر بھول سے زبان سے ایسی بات نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو کہ امید ہے کہ میرا رب اِس معاملہ میں رُشد سے قریب تر بات کی جانب راہنمائی کرے گا‘‘۔

یہ اِس لئے فرمایا کہ انسان کو نہ تو علم غیب ہے کہ آئندہ حالات کے بارے میں اپنے قطعی اور یقینی علم کے ساتھ کچھ کہہ سکے اور نہ وہ ایسا خود مختار ہے کہ جو چاہے، سو کر لے۔ اِس لئے اگر ایسی بات کہنا ہو تو اِس کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ وابستہ کر کے کہنی چاہئے۔

قرآن۔ کتابِ ہدایت

اِس نصیحت کے بعد قرآنِ کریم کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

واتل ما اُوحی الیك من کتاب ربك لا مبدل لکلمته ولن تجد من دونه ملتحدًاo

واصبر نفسك مع الذین یدعون ربهم بالغدوة والعشی یریدون وجهه ولا تعد عینك عنهم ترید زینة الحیوة الدنیا۔ ولا

تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هوٰئه وكان امره فرطاًo
وقل الحق من ربكم فمن شاء فليومن ومن شاء فليكفرلاo

''اے نبی! تمہارے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے، اِسے جوں کا توں سنادو۔کوئی اس کے فرمودات کو بدل نہیں پائے گا اور اگر تم کسی کی خاطر اس میں ردو بدل کرنے کی کوشش کرو گے تو اس سے ڈر کر بھاگنے کی جائے پناہ نہ پاؤ گے اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اُسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔صاف کہہ دو کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے''۔ (الکہف:27-29)

ایک مثال

اِس بات کی مزید وضاحت کیلئے دو بھائیوں کی ایک مثال بیان کی گئی ہے جس میں ایمان و کفر کے انجام کا تقابل ہے۔مثال یوں ہے کہ ایک مالدار شخص کا انتقال ہو گیا اِس کے دو بیٹوں نے وراثت کو برابر تقسیم کرلیا۔ایک نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا اور خود قناعت کی زندگی بسر کرنے لگا۔دوسرے بھائی نے اِس مال سے زمین خریدی۔اِس میں پھولوں کے باغ لگائے،درمیان میں ندی بنائی تاکہ پانی کی قلت نہ ہو۔مختصر یہ کہ وہ ساری ظاہری تدابیر کرلیں جو آسودہ زندگی کیلئے لازم تھیں۔نیک بھائی نے اِس کو فخر و غرور اور تکبر کی بجائے اللہ کے حضور سجدہ شکر بجالانے کو کہا۔اِس نے جواب میں جو کہا اور جس خود فریبی کا شکار بنا، اِس کو یوں حکایت کیا گیا۔

وما اظن الساعة قائمة ۔ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرًا منها منقلبًاo

''میں نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہوگی اور اگر مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو وہاں ضرور

اِس سے اچھی جگہ پاؤں گا''۔ (الکہف:36)

نیک بھائی نے اِس کو بہتیرا سمجھایا اور کہا کہ جب تو باغ میں داخل ہوا اور اپنے رب کی نعمتیں دیکھے تو یوں کہا کر کہ یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہیں۔ اصل قوت سوائے اللہ کے اور کسی کے پاس نہیں۔

ماشاء اللّٰه لا قوة الا باللّٰه ان ترن انا اقل منك مالًا وولدًا o فعسی ربی ان یوتین خیرًا من جنتك و یرسل علیها حسبانا من السماء فتصبح صعیدًا زلقًا o اویصبح ماؤها غورًا فلن تستطیع له طلبا o واُحیط بثمره فاصبح یقلب کفیه علی ما انفق فیها وهی خاویة علی عروشها ویقول یلیتنی لم اُشرك بربی احدًا o ولم تکن له فئة ینصرونه من دُون اللّٰه وما کان منتصرا o هُنالك الولایة للّٰه الحق هو خیر ثوابًا و خیر عقبًا o

''تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جب اپنے باغ میں داخل ہونے لگو تو یوں کہو۔ ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ (وہی ہوتا ہے) جو اللہ چاہتا ہے۔ اصل قوت سوائے اللہ کے اور کسی کے پاس نہیں اگرچہ تم مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتے ہو (مگر میں تمہاری خیر خواہی کی بات کہہ رہا ہوں)۔ عجب نہیں کہ میرا رب مجھے تمہارے باغ سے بہتر عطا کرے گا۔ (تمہارے) اِس باغ پر آسمان سے آفت بھیج دے اور وہ صاف چٹیل میدان ہو جائے یا اِس (ندی) کا پانی گہرا ہو جائے تو پھر تم اِسے نہ لاسکو۔ آخر اِس کے میوؤں کو عذاب نے آ گھیرا اور وہ باغ اپنی چھتریوں پر گر کر رہ گیا۔ تو جو مال اس نے اس پر خرچ کیا تھا، اِس پر حسرت سے ہاتھ ملنے لگا اور کہنے لگا کہ کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا۔ پھر کوئی جماعت اس کی مددگار نہ بنی اور نہ کوئی اِس کا بدل دے سکا۔ بات یہ ہے کہ حکومت اللہ برحق ہی کی ہے، اصل قدر دان وہی ہے اور اِسی کا دیا ہوا بدلہ اچھا ہے''۔ (الکہف:39-44)

دنیوی زندگی۔ایک تمثیل

اِس کے بعد اِسی سورہ میں حیاتِ دنیا کے بارے میں بڑی خوبصورت مثال اور آخرت کا ایک خوبصورت نقشہ کھینچا ہے کہ آخرت میں کس طرح انسانوں کے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

واضرب لهم مثل الحيوة الدنيا كماءٍ انزلنه من السماء فاختلط به نبات الارض فاصبح هشيمًا تذروه الريح ۔ وكان الله على كل شيءٍ مقتدرًا o

''اے نبی !انہیں حیاتِ دنیا کی حقیقت اِس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پیداوار خوب گھنی ہو گئی اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔ (الکہف:45)

متاعِ دُنیا کی حقیقت

اِس مثال کے بعد دنیا میں انسان کو غروراور دھوکے میں ڈالنے والی چیزوں یعنی مال،اولاد،کنبہ اور جماعت کی حقیقت اور آخرت کی منظرکشی اِن الفاظ میں کی گئی:۔

المال والبنون زينة الحيوة الدنيا ۔ والبقيت الصلحت خير عند ربك ثوابًا و خير املاo

و يوم نسير الجبال و ترى الارض بارزة وحشرنهم فلم نغادر منهم احدًاo و عرضوا على ربك صفًّا ۔ لقد جئتمونا كما خلقنكم اول مرة بل زعمتم الن نجعل لكم موعدًاo

ووضع الكتب فترى المجرمين مشفقين مما فيه و يقولون يويلتنا مال هذا الكتب لا يغادر صغيرة ولا كبيرة الا احصها ووجدوا ما عملوا حاضرًا ۔ ولا يظلم ربك احدًاo

’’یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہترین ہیں اور انہی سے اچھی اُمیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔فکر اس دن کی ہونی چاہئے جب کہ ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو بالکل برہنہ پاؤ گے اور ہم تمام انسانوں کو اس طرح گھیر کر جمع کریں گے کہ اگلے پچھلے دن میں سے ایک بھی نہ چھوٹے گا اور سب کے سب تمہارے رب کے حضور صف در صف پیش کیئے جائیں گے۔لو دیکھ لو! آ گئے نا تم ہمارے پاس اسی طرح جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وعدے کا وقت مقرر ہی نہیں کیا ہے۔ایسے میں نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہوگئی ہو۔جو کچھ انہوں نے کیا تھا، وہ سب سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا‘‘۔ (الکہف46-49)

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا
کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

خِرد چلی قدم قدم

محمد صدیق ڈار توحیدی

آغازِ حیات

کرۂ ارض ایک اندازے کے مطابق پانچ ارب سال پہلے وجود میں آیا۔ابتدا میں تو یہ جہنم کی طرح کا دہکتا ہوا ایک گولہ تھا جہاں ہر طرف آتش فشاں،اُبلتا ہوا لاوا،گرم گیس اور آبی بخارات اُگل رہے تھے۔آسمان بھی دھواں دار تھا جس میں سے وقتاً فوقتاً سورج کی روشنی کسی سوراخ کو چیرتی ہوئی زمین پر آ جاتی۔البتہ آسمان پر بجلی کی گرج چمک اکثر رہتی۔اُس وقت نہ تو کہیں خشکی تھی نہ سمندر اور نہ ہی کسی نوع کی زندگی کا کوئی وجود تھا۔کروڑوں برس گذر جانے کے بعد زمین کی سطح کچھ ٹھنڈی ہوئی تو آتش فشانی کا عمل بھی کم ہو گیا۔فضا میں جو آبی بخارات تھی وہ پانی بن کر زمین پر برس پڑے اور گہری جگہوں پر پانی کے ذخیرے وجود میں آ گئے۔اس طرح وہ پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا جس سے حیات کا آغاز ہونا ممکن تھا۔

سائنسدانوں کے نزدیک اب یہ مسلمہ امر ہے کہ پانی کے بغیر کسی قسم کی زندگی وجود میں نہ آ سکتی تھی اس لئے آسمان سے پانی کے نزول کے عمل کو خصوصی اہمیت کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔اللہ کی کتاب میں اس حقیقت کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔سب سے پہلے سورۃ الانبیاء آیت 30 میں ارشاد ہوا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ

''ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی''۔

پھر سورۃ النور آیت 45 میں حیوانی زندگی کی ابتدا کے بارے میں فرمایا۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ۔

''اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا فرمایا''۔

شکاگو یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے 1950ء کی دہائی میں ابتدائی تخلیق کے بارے میں لیبارٹری تجربات کئے۔انہوں نے ابتدائی دور میں زمین پر موجود گیسوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ان میں برقی شعلے گذارے تو ایک ہفتے کے بعد امینو ایسڈ نمودار ہوا جو کہ ہر قسم کی پروٹین کی بنیاد

ہے۔اِسی طرح زندگی کو وجود میں لانے والے دوسرے ناگزیر عناصر بھی پیدا ہو گئے۔ پھر بھی یہ مسئلہ حل طلب ہی رہا کہ اگر چہ زمین پر زندگی کے پیچیدہ مشن کے یہ چھوٹے چھوٹے ذرے یا پرزے برقی اور شمسی توانائی کے ذریعے فرداً فرداً تو وجود میں آ گئے لیکن اُن کا وہ خصوصی ملاپ کس طرح وقوع پذیر ہوا جس سے پروٹین، ڈی این اے (DNA) اور جینز پیدا ہوئے۔ ہاں عقل سلیم نے یہ تسلیم کر لیا کہ اِن بنیادی عناصر کو ابتدائی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ بہا کر لے گیا اور ساحلی علاقوں میں انہیں یکجا کرنے کا فریضہ ادا کیا۔ اِن بنیادی عناصر کو نئے عناصر میں تبدیل ہونے کیلئے کچھ وقت بھی درکار تھا۔ اِس کے ساتھ ہی بیرونی عوامل کی بھی ضرورت تھی جو اِنکے باہمی عمل اور ردِ عمل کو بحفاظت آگے بڑھانے میں مدد دیں۔ اگر چہ پانی مطلوبہ عناصر کو ایک جگہ جمع کرنے کا فرض ادا کر رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تیز ہواؤں کی وجہ سے اُٹھنے والے طوفان اور تند لہریں خلل انداز ہو کر انہیں علیحدہ علیحدہ بھی کر دیتیں جس کی وجہ سے مطلوبہ نتائج حاصل ہونے کے امکانات معدوم ہو جاتے۔ اِس لئے سائنسدان اِس نظریہ پر بھی مطمئن نہ ہو سکے۔ بعض سائنسدانوں نے خیال پیش کیا کہ سمندر محلول لہروں کی قوت سے ساحل پر پھیل گیا تو پانی بخارات بن کر اُڑ گیا اس طرح عناصر کو باہم یکجا ہونے کا وقت مل گیا اور نئے مرکبات وجود میں آ گئے۔ اِس نظریہ پر بھی اتفاق نہ ہو سکا کیونکہ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جہاں پانی بخارات بن کر اُڑے گا وہاں کئی دوسرے اہم مرکبات بھی اُڑ جائیں گے جس کی وجہ سے مطلوبہ تخلیقی عمل مکمل نہ ہو پائے گا۔

اِس مشکل کا حل ڈھونڈنے کیلئے ایک برطانوی سائنسدان جے ڈی برنل نے یہ نظریہ پیش کیا کہ تخلیق کے عمل میں پانی کے علاوہ مٹی کا کردار نہایت ہی اہم ہے۔ مٹی کیمیاوی طور پر سیلیکٹ کی نہایت پتلی پتلی تہوں پر مشتمل ہوتی ہیں کہ اگر انہیں علیحدہ کر کے بچھایا جائے تو ٹینس کے دس میدانوں کو پوری طرح ڈھانپ لیں۔ مزید برآں اِن تہوں میں منفی اور مثبت برقی چارج بھی ہوتا ہے جو اپنے درمیاں سے گذرنے والے مرکبات میں اہم تبدیلیاں لانے کا باعث بنتا ہے۔ حالیہ تجربات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مٹی کی یہ نفیس تہیں پانی کے اڑ جانے کے بعد نامیاتی عناصر کو اپنے درمیان بڑے محفوظ اور احسن طریقہ سے اکٹھا رکھتیں اور آپس میں ملاپ کر کے نئے مرکبات میں تبدیل ہونے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ اِس کے ساتھ ہی نئے پیدا شدہ نازک

مرکبات کوسورج کی مضرت رساں ماورائے بنفشی شعاؤں سے حفاظت بھی کرتی ہیں۔سائنسدانوں نے مٹی کو بحیثیت ایک عمل انگیز متحرک کے اِستعمال کرتے ہوئے امینو ایسڈ تخلیق کرلیا جو کہ پروٹین کی بنیاد ہے۔حیات کی ابتدا پروٹین اور ریبو کلک ایسڈ سے ہوئی جنہوں نے پیچیدہ عمل کے بعد ڈی این اے تیار کیا۔زندگی کی ابتدا کے بارے میں سائنسدانوں کا علم ابھی ابتدائی مراحل میں ہے اور یہی وجہ ہے کہ مختلف نظریات سامنے آرہے ہیں لیکن اِس بات پر سب کا اِتفاق ہے کہ سب سے حیرت انگیز مرحلہ وہ تھا جب غیر حیاتی مادہ سے حیات نے جنم لیا۔یعنی مُردہ عناصر سے زندگی کی ابتدا ہوئی۔موجودہ معلومات کے مطابق یہ عجوبہ کسی سمندر کے ساحل پراُس کیچڑ میں رونما ہوا جسے سورج نے خشک کردیا تھا۔

آیئے اب اللہ کی کتاب سے اِس بارے میں راہنمائی حاصل کریں۔سورۃ الرحمٰن آیت 14 میں ارشاد فرمایا:۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِo

''اللہ نے انسان کو کھنکتی ہوئی چکنی مٹی سے پیدا فرمایا''۔

اِسی طرح سورۃ الحجر کی آیت 26 میں فرمایا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍo

''اور ہم نے انسان کو چکنی مٹی سے بنایا جو بدبودار کیچڑ سے تیار ہوئی''۔

جنسی جوڑے

ابتدا میں انسان اپنے محدود مشاہدہ اور علم کے مطابق یہی سمجھتا تھا کہ جنسی جوڑے صرف جانداروں میں ہی موجود ہیں۔نزولِ قرآن کے وقت اہلِ عرب کھجور کے درخت کے بارے میں یہ جان چکے تھے کہ ان میں بھی نر اور مادہ درخت ہوتے ہیں۔نر درخت پر صرف پھول آتے ہیں لیکن پھل نہیں لگتا۔اہلِ عرب کھجوروں کی زیادہ پیداوار حاصل کرنے کیلئے نر درخت کے پھول اتار مادہ درختوں کے پھولوں پر ڈالنے کا عمل کرتے تھے۔اُس دور میں غالباً انسانی علم اِس سے آگے نہ بڑھا تھا۔لیکن کائنات کے پیدا کرنے والے رب نے سورۃ یٰسین کی آیت نمبر 36 میں جو انکشاف فرمایا اس نے انسانوں کو حیرت میں ڈال کر نئے علوم کی طرف گامزن فرمادیا۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ

اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ٥

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر اس شے کا جوڑا پیدا فرمایا ہے جسے زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں بھی اور ان چیزوں میں بھی جن کا اُن کو تا حال علم نہیں ہے''۔

اِسی طرح سورۃ الذاریات آیت 49 میں ارشاد فرمایا۔

وَمِنۡ كُلِّ شَيۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ٥

''اور ہر چیز کے بنائے ہم نے جوڑے تا کہ تم دھیان کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے نر اور مادہ کے نظام کے بارے میں یہ فرما کر مزید وسعت دے دی کہ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور میں منکشف ہونے والی بجلی میں بھی مثبت اور منفی بار پائے جاتے ہیں۔ اِس طرح ایٹم کی ساخت بھی الیکٹرون یعنی منفیہ اور پروٹون یعنی ثباتیہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایٹم کے اندر منفی الیکٹرون کی تعداد کے فرق سے مختلف عناصر بنتے ہیں۔ اب تک جو عناصر دریافت ہوئے ہیں اُن کی تعداد سو سے اوپر ہو گئی ہے لیکن ان سب کا وجود الیکٹرون اور پروٹون کا ہی مرہونِ منت ہے۔ یورپی سائنسدانوں نے اِس حقیقت کو اٹھارہویں صدی میں تسلیم کیا، سویڈن کے ایک حکیم کیرولس لینس (1707-1778) نے سب سے پہلے پودوں میں نر اور مادہ کی حقیقت کو تسلیم کیا۔

پھولدار پودوں کی انواع اڑھائی لاکھ کے قریب ہیں۔ ان میں کچھ نر ہوتے ہیں جن میں زرد رنگ کے ذرات ہوتے ہیں جنہیں پولن کہتے ہیں۔ جب تک یہ ذرات مادہ پھولوں تک نہ پہنچیں ان میں بیج اور پھل نہیں لگے۔ بعضوں پودوں میں دونوں قسم کے پھول لگتے اور ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے ہوا چلنے یا بھنوروں کے بیٹھنے سے ہی پولن مادہ پھولوں پر گر پڑتا ہے اگر نر اور مادہ پھولوں کے پودے الگ الگ ہوں تو اللہ تعالیٰ پولن کو مادہ پھولوں تک منتقل کرنے کا کام ہواؤں سے لیتے ہیں۔ اِسی طرح کیڑے مکوڑے، بھنورے اور پرندے بھی اپنے پاؤں اور پروں کے ذریعے پولن کی کچھ مقدار نر پودوں سے مادہ پودوں کے پھولوں تک منتقل کر کے فطرت کے مقاصد پورے کرتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم میں ان خصوصی ہواؤں کا ذکر سورہ حجر آیت نمبر 22 میں اس طرح کیا گیا ہے۔ **وَاَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ**۔ ''اور ہم نے حاملہ کر دینے والی ہوائیں چلائیں''۔

رحم مادر

اِنسانی روح صلب پدر سے نطفہ کی صورت میں رحم مادر میں منتقل ہوتی ہے۔ وہاں عورت کے بیضہ میں داخل ہو جاتی ہے اور تخلیق کے باقی مراحل شروع ہو جاتے ہیں جو کم و بیش نو ماہ میں پورے ہو جاتے ہیں۔ نزولِ قرآن کے وقت انسان قطعاً نہیں جانتا تھا کہ انسان کی تخلیق کن کن مراحل سے گذرتی اور نطفہ کیا کیا صورتیں اختیار کرتا ہوا انسانی شکل وصورت اختیار کرتا ہے ایمبر یالوجی (Embryology) کی سائنس جو کہ رحم مادر میں بچے کی پیدائش کا مطالعہ کرتی ہے بہت عرصہ بعد وجود میں آئی۔ بطن مادر میں انسان کی حیاتیاتی نشوونما کے مختلف مدارج کا سائنسی نظام کے مطابق مطالعہ کا طریقہ سب سے پہلے ڈاکٹر سٹریٹر نے 1941ء میں ایجاد کیا۔ ماں کے پیٹ میں جو کچھ ہورہا ہوتا ہے اِس سے نہ بچہ خود آگاہ ہوتا ہے نہ ماں اِس کے بارے میں کچھ جانتی ہے نہ باپ کو کچھ خبر ہوتی ہے۔ تو پھر انسان جیسے حسین شاہکار کی تخلیق کونسی ہستی کر رہی ہوتی ہے۔ یہ امر اللہ کی الوہیت کیلئے نہایت قوی اور آسانی سے سمجھ میں آجانے والی دلیل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ ال عمران کی آیت نمبر 6 میں ارشاد فرماتے ہیں:۔ **هُوَالَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم**

''اللہ وہ ہے جو تمہاری ماؤں کے رحم میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ اُس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے'' جس وقت انسان رحم مادر کے اندر جنین کی پرورش کے علم سے آگاہ نہیں تھا۔ اِس وقت اللہ نے تخلیق کے مراحل حقیقی ترتیب کے ساتھ بیان کر کے انسان کے علم میں اضافہ فرمایا اور اس کے بارے میں تحقیق کرنے کیلئے راہنمائی فرمائی۔

چنانچہ سورۃ المؤمنون آیات 12 تا 14 میں سات مراحل کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

1۔ **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِنْ طِیْنٍ o**

2۔ **ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ o**

3۔ **ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً o**

4۔ **فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً o**

5۔ **فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا o**

6۔ **فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا o**

7۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَo
☆ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَo

ترجمہ!

''بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا''۔
پھر ہم نے اِسے نطفہ بنا کر ایک محفوظ مقام میں رکھا۔
پھر ہم نے اِس نطفہ کو جالی کی طرح جما ہوا معلق وجود بنایا۔
پھر علقہ سے لوتھڑا بنایا۔
پھر لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں۔
پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔
پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا۔
پس اللہ تعالیٰ سب سے بہتر بنانے والا ہے بڑا ہی بابرکت ہے''۔

مندرجہ بالا آیات میں انسانی تشکیل کے جن سات مراحل کا ذکر اللہ علیم وخبیر نے فرمایا ان کی تصدیق جدید علوم اور تحقیق سے ہو چکی ہے۔ اِس کے علاوہ موجودہ سائنس نے اِن تین پردوں کی حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے جن کے اندر جنین کا مرحلہ وار ارتقاء ہوتا ہے اور جسے قرآن **ظلمت ثلاث** یعنی تین اندھیروں سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَo (الزمر۔6)

''وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں تین اندھیروں کے بیچ پیدا کرتا ہے۔ یہی ہے اللہ جو تمہارا رب ہے۔ اُسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو''۔

اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کا ہر لفظ نپا تلا اور حکمت سے بھرا ہوتا ہے۔ پھر الفاظ کی جو ترتیب ہے اِس ترتیب میں بھی حقائق چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو لفظ پہلے آتا ہے اس کے پہلے آنے میں اور جو بعد میں آتا ہے اِس کے بعد میں آنے میں بھی کئی راز پوشیدہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو سماعت، بصارت اور دماغ عطا کرنے کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے اور سب

جگہ پہلے کانوں پھر آنکھوں اور بعد میں دماغ کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ سورۃ سجدہ آیت نمبر 9 میں ارشاد فرمایا:۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ٥

"اور اُس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دماغ بنائے مگر تم بہت کم احسان شناسی کرتے ہو"

اِسی طرح سورۃ الدھر آیت نمبر 2 اور سورۃ النحل آیت نمبر 78 میں بھی اِن نعمتوں کا اِسی ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت اور قرآن کی صداقت کا ایک اور ثبوت ملاحظہ فرمایئے کہ کینیڈا کی ٹرانٹو یونیورسٹی کے پروفیسر کیتھ مور کے بقول آج ایمبریالوجی کی جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ مادرِ رحم میں بچے کی تخلیق کے دوران سمعی نظام کی تخلیق بصری نظام سے پہلے ہوتی ہے اور دماغ کی سب سے آخر میں۔ یعنی قرآن کریم میں دی گئی ترتیب بھی حقیقت پر مبنی ہے۔

فرعون کی لاش

قرآن کریم میں انبیاءکرام میں سے سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آیا ہے۔ جب اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ظلم وستم سے نجات دلانے کیلئے اپنی قوم کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل پڑے تو خبر ہوجانے پر فرعون بھی اپنا لاؤلشکر لے کر ان کے تعاقب میں چل پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ قاہرہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو بحیراتِ مُرہ جو اس زمانے میں بحر احمر سے ملی ہوئی تھیں سے پار گذار کر فرعون اور اِس کے لشکر کو ڈبو دیا۔ اِس وقت ربوبیت کا دعویٰ کرنے والے فرعون کے دماغ سے اپنی بادشاہت اور آمریت کا بھوت کافور ہوگیا اور عقل ٹھکانے آ گئی۔ وہ بھی پکار اُٹھا کہ میں بنی اسرائیل کے خدائے لاشریک پر ایمان لاتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں۔ قران کریم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس وقت یہ فرمایا۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۔(یونس۔91)

"آج ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تاکہ تو پچھلوں کیلئے عبرت کا نشان ہو"۔

جس وقت قرآن کا نزول ہوا اس وقت فرعون کی لاش کا کوئی اتا پتا معلوم نہ تھا اِس لئے اس

آیت کو متشابہات میں شمار کیا جاتا تھا۔ مفسرین یہی فرماتے تھے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرعون کا بدن آنے والے انسانوں کی عبرت کیلئے باقی رہے گا لیکن اس آیت کی حقیقت سے اللہ ہی آگاہ ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی جس بادشاہ نے مخالفت کی تھی فرعون اِس کا نام نہیں تھا بلکہ یہ تو مصر کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۔ مصر پر فراعین کے تیس خاندانوں نے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس حکومت کی اور فرعونوں کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔

مختلف فراعین نے اپنی آخری آرامگاہ کے طور پر جو مقبرے تعمیر کروائے وہ اہرام کی صورت میں اب بھی موجود ہیں۔ تحقیق و تفتیش کرنے والوں نے اُنیسویں صدی کے اواخر میں مختلف جگہوں پر کھدائیاں کر کے اور کئی اہراموں کو کھول کر فرعونوں کی حنوط شدہ لاشیں دریافت کر لیں۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کے دور والے فرعون کی لاش نہ ملی۔ آخر کار تلاشِ بسیار کے بعد 1907ء میں ایک انگریز مفتش سر گرافٹن سمتھ کی کوششوں سے ایک فرعون کی لاش برآمد ہوئی اور تحقیق کے بعد یہ تصدیق ہوگئی کہ یہی فرعونِ موسیٰ ہے اور اس کی موت پانی میں ڈوبنے ہی سے واقع ہوئی تھی۔ یہ فرعون رعمسس خاندان کا تیسرا بادشاہ ہونے کی بنا پر رعمسس سوئم کہلواتا تھا اور اِسکا نام مِنَفْطَ (Mineptah) تھا۔ اِس طرح فرعون کی موت کے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس اِسکی لاش منظرِ عام پر آ گئی اور اللہ کی آخری الہامی کتاب قرآن کریم کی صداقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی۔ یہ لاش آج بھی مصر کے عجائب گھر میں انسانوں کیلئے عبرت کا سامان فراہم کرنے کیلئے موجود ہے۔ چند برس قبل اِس لاش کو پھپھوندی لگنے لگی تو یہ خبر دنیا بھر کے اخباروں میں چھپی۔ جب لاش کو ریڈیائی شعاؤں کے علاج کیلئے ایک خصوصی ہوائی جہاز کے ذریعے فرانس لے جایا گیا تو وہاں اِسے مکمل شاہی پروٹوکول دیا گیا اور ہوائی اڈہ پر اسے ایک سربراہِ مملکت کے شایانِ شان گارڈ آف آنرز نے سلامی پیش کی اور مجوزہ علاج کے بعد فرعون کی لاش مصر واپس بھیج دی گئی۔ (جاری ہے)

اسلام اور مسلم دُنیا

پیر خان توحیدی

اِس وقت کُرہ ارضی کے تقریباً 60 مسلم ممالک پر مشتمل دنیا کوئی تین کروڑ مربع کلومیٹر علاقے پر پھیلی ہوئی ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ کلمہ پڑھنے والے مسلمان بستے ہیں۔ دُنیا بھر کے تیل کے ذخائر کے 75 فیصد حصے پر قابض ہیں۔ بے حدوحساب معدنی و زرعی دولت کے مالک ہیں۔ یہ دنیا اگر چہ عالم اسلام کا تاج اپنے سروں پر سجائے ہوئے ہے مگر اِس وسیع وعریض رقبے میں کوئی ایک خطہ بھی ایسا نہیں جہاں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو۔ نقشہ عالم پر بظاہر مسلمانوں کا ایک بڑا اجتماع دکھائی دیتا ہے مگر نظریاتی تشخص سے خالی ہونے کی بناء پر اِس کی کوئی جہت متعین نہیں۔ اِس لئے اِس ہجوم کو جو چار پانچ درجنوں کے قریب مملکتوں کی صورت میں ہے اُمت وحدہ کا نام دینے میں کافی دشواری پیش آتی ہے۔ اِسے عالم مسلمان تو کہا جا سکتا ہے مگر اِس پر عالم اسلام کا اطلاق درست نہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں اسلام غالب تھا اور مسلمانوں میں ایک وحدت کی صورت بھی موجود تھی۔ مگر جب خلافت نے ملوکیت کا روپ دھارا تو اُس وقت بھی حکمران مسلمان ہی تھے مگر شہنشاہیت کا تاج سروں پر سجائے ہوئے تھے جسکی وجہ سے نیابت کی خصوصیات معدوم ہو کر رہ گئیں تھیں۔ ایسے میں عربوں کو اللہ نے مسلمانوں کی قیادت سے معزول کر دیا۔ گیارھویں اور بارھویں صدی میں تاتاریوں کے طوفان میں کروڑوں مسلمان تہ تیغ ہوئے اور اسلام کی کشتی ڈولنے لگی۔ لیکن جلد ہی یہ معجزہ رُونما ہوا کہ وہ تاتاری جنہوں نے مسلمانوں کا بے دریغ قتل کر کے اسلامی سلطنتوں کو فتح کیا تھا خود بھی اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے۔ علامہؒ نے اِسی تناظر میں فرمایا تھا۔

ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے
پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

عربوں کے بعد ترکوں کی زیر قیادت مسلمانوں کو عروج نصیب ہوا۔ سولھویں صدی میں دنیا

کے نقشے پر عظیم ترین سلطنت عثمانیہ قائم ہو چکی تھی جو تین براعظموں پر محیط تھی۔ مگر جب ترکوں نے اسلام کے زریں اصولوں سے منہ موڑ کر عیاشیوں کی راہ اپنائی اپنی تہذیبی پہچان کا اپنے ہاتھوں جنازہ نکالا اور راگ و رنگ کی محفلوں میں کھو گئے تو ان کی چار سو سالہ سلطنت زمین بوس ہو کر رہ گئی۔ اور یہ مرکزیت ایسی نابود ہوئی کہ آج تک مسلمان بدترین زوال کا شکار ہیں۔ قومیت پرستی نے ان کی کمر توڑ دی دوسری طرف بادشاہت اور آمریت بگاڑ و فساد کا باعث بنی۔ مسلمانانِ عالم اپنا کوئی دفاع نہ کر سکے۔ اِس لئے مسلم ممالک دو بلاکوں میں بٹ کر استعماری آستانوں پر سجدہ ریز ہونے لگے۔ نائن الیون کے حادثہ کے بعد انہوں نے امریکہ کو اپنا داتا سمجھ لیا۔ امریکہ نے مسلمانانِ عالم کی یہ کمزوری بھانپ کر نام نہاد دہشت گردی کے نام پر مسلمان ملک افغانستان پر چڑھائی کر دی اور ان نہتے مسلمانوں پر اتنے ظلم اور تشدد کئے جن کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ لاکھوں ٹن بارود اور کارپٹ بمباری سے اِس اسلامی ملک کو تورا بورا بنا دیا۔ عراق اور لبنان کی سرزمین کو خون آلود کیا گیا عورتوں کی بے حرمتی اور مردوں کو زندہ درگور کیا گیا۔ مگر یہ عالم مسلمانان کوئی جراتمندانہ موقف نہ اپنا سکا بلکہ امریکہ کا فرمانبردار اور صفِ اول کا اتحادی بن کر فخر محسوس کرنے لگا اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ امریکہ کے اشاروں پر ماورائے آئینی اقدامات کئے اور اپنے ہی ملک میں اپنے لوگوں کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ اور اپنے محسنوں کو پابند سلاسل کر کے آقا کی خوشنودی حاصل کرتے رہے۔

محترم بھائیو! اِس وقت یہ مسلم دنیا تہ در تہ اُلجھنوں اور مسائل کا شکار ہے۔ اَن گنت سیاسی مسائل کے ساتھ ساتھ تعلیمی، سماجی، ثقافتی نظریاتی اور اقتصادی مسائل کی بھرمار ہے۔ اگرچہ عالم اسلام کو دُنیا میں قلب کی حیثیت حاصل ہے۔ رقبہ کے اعتبار سے بھی اور دنیا کی حسین ترین وادیوں اور اہم شاہراؤں کے حوالے سے بھی۔ دجلہ و فرات سے اومان تک کی خلیج دنیا کے صنعتی اور تجارتی وجود میں شہ رگ کی حیثیت کی حامل ہے۔ سونے اور تیل کے بے شمار ذخائر پائے جاتے ہیں۔ اور اگر عرب ممالک چاہیں تو دنیا کے تمام بنکوں میں سونے کے ذخائر خرید سکتے ہیں مگر دُکھ کی بات یہ ہے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود عالم اسلام کئی سو ملین ڈالر کے قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔

آج ڈیڑھ ارب عالم اسلام کے مسلمان اِس کرۂ ارضی پر موجود ہیں۔جن کا خدا ایک، رسول ایک۔قرآن ایک مگر پھر بھی ذلیل و رسوا۔قدرتی وسائل سے مالا مال پھر بھی اغیار کے دست نگر بہترین افرادی قوت کے حامل مگر ترقی کی دوڑ میں سب سے پیچھے۔ہر وقت اِن کا خون بہہ رہا رہے۔عزت پامال ہو رہی ہے۔گھربار سے محروم ایک وقت کی روٹی لئے ترساں آخر کیوں؟ اِس کے دو ہی اسباب ہیں۔

(1) یہ کہ مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے جس میں سب سے اول قرآن کو چھوڑ دینا ہے۔

(2) مسلمانوں میں اتحاد نہیں!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آج مسلمانوں کی ذلت و مسکنت کا سبب اسلام سے دوری ہے۔اللہ کے پاک نبی ﷺ نے بھی قوموں کے عروج و زوال کو قرآن سے منتھی کیا ہے۔آپ کا فرمان ہے کہ بے شک اللہ اِس کتاب کی وجہ سے کتنی قوموں کو اُٹھائے گا اور کتنی ہی قوموں کو گرائے گا۔اور علامہ اقبالؒ نے کیا خوب نشاندہی کی ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے ہو تارکِ قرآن ہو کر

آج جبکہ اُمت مسلمہ نے اپنے مذہب سے رُوگردانی کر کے غیروں کے مذاہب کو اپنانے کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اِن کی طرف سے اپنا رُخ پھیر لیا۔اور جب اللہ کسی قوم سے اپنا رُخ پھیر لیتا ہے تو اِس کا حشر وہی ہوتا ہے جو آج ہمارا ہو رہا ہے۔اگر ہم ذرا قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل عرب کی زمین مکمل تاریکی اور جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی۔عربوں کا اِس دنیا میں نہ کوئی مقام تھا اور نہ ہی کوئی انہیں پوچھتا تھا۔جہالت کا یہ عالم تھا کہ بچیوں کو زندہ درگور کرتے اور معمولی معمولی باتوں پر خون کی ندیاں بہا دیتے۔نہ کوئی قانون تھا اور نہ ہی کوئی انصاف۔یہ اسلام ہی تھا جس نے اہلیانِ عرب کی کایا پلٹ دی۔برسوں کی دُشمنیاں اخوت و محبت کے پائیدار رشتوں میں بندھ گئیں۔

اُجڈ اور گنوار بدوؤں نے دنیا کی نئی تہذیب کی بنیا د رکھی اور پوری دنیا کے ہادی اور امام بن گئے اور یہ اسلام ہی کی تعلیم تھی کہ جسکی وجہ سے وہ راتیں قیام اور سجدوں میں گذارتے اور دن کو میدانِ کارزار میں اللہ کے دین کی سربلندی اسلام کی سرفرازی کی خاطر اپنی جانیں قربان کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی قلیل تعداد بھی اکثریت پر غالب آتی اور جس طرف بھی اپنا رُخ کرتے اللہ کی مدد اور نصرت اِن کے قدم چومتی۔ انہیں نہ دنیاوی مال و اسباب کی کمی آڑے آتی اور نہ ہی فوجی سازوسامان کی کمی انہیں متاثر کرتی انہیں اللہ پر پورا پورا یقین اور بھروسہ ہوتا جس کے بارے میں علامہ فرماتے ہیں۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اِس وقت کا عالم مومنین نہ تو بے تیغ ہے اور نہ ہے اِس کے پاس مال و زر کی کمی ہے۔ بلکہ ایٹمی قوتوں کے مالک ہونے کے باوجود اس کے اندر نہ وہ جذبہ ہے اور نہ ہی دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی سکت جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ہوا کرتی تھی۔ دُنیا کی یہ ڈیڑھ ارب کی آبادی مسلمان کہلانے کی دعویدار تو ہے لیکن انہیں اسلام سے کوئی سروکار نہیں اسلام قبول کرنے کا مطلب کلمہ پڑھنا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرنا، داڑھی رکھنا۔ مسواک کرنا اور شلوار ٹخنوں سے اُوپر کر لینا ہی نہیں بلکہ اسلام تو انصاف کا نام ہے۔ حقوق کا نام ہے۔ سماجی عدل کا نام ہے۔ مساوات کا نام ہے، اسلام سوشل ویلفیئر کا نام ہے۔ کمزوروں کی طاقت کا نام ہے۔ اسلام تو کمزور شہریوں کو صاحب اقتدار، صاحب ثروت اور صاحب طاقت طبقوں پر فوقیت دیتا ہے۔ اِسلام آزادی رائے کا نام ہے، اسلام تمام شہریوں کو بولنے لکھنے اور اختلافِ رائے کی پوری پوری اجازت دیتا ہے۔ اسلام میں ایک بدو اپنے خلیفہ سے پوچھ سکتا ہے کہ تم نے کُرتے کیلئے دوسری چادر کہاں سے حاصل کی تھی۔ اسلام ایمانداری کا نام ہے۔ اسلام کی کو کم تولنے، دودھ میں پانی ملانے، اچھی گندم میں خراب گندم ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام خواتین کے احترام کا نام، اسلام صفائی اور طہارت کا نام ہے۔ لیکن آج کوئی اپنے خلیفہ سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ جناب

آپ نے یہ BMW گاڑی کیسے خرید لی یہ کروڑوں کے ہیلی کاپٹر کیسے حاصل کر لئے جبکہ آپ کے ملک کے غریب آدمی کو دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ۔ کیا کسی دودھ والے کو دودھ میں پانی ملانے اور گندم میں ملاوٹ کرنے والے کو اس جرم کی سزا دی گئی ؟ کیا سڑکوں اور گلیوں میں گندگی پھیلانے والوں کے خلاف کوئی کاروائی ہوئی ؟ کیا عورتوں کو جلانے اور رونی کرنے والوں کو کبھی انصاف کے کٹہرے میں لایا گیا ؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ اِسی لئے آج یہ ڈیڑھ ارب مسلمان اقوامِ عالم سے منہ چھپائے پھرتے ہیں ۔ اِن اسلامی ممالک میں ایک بھی ایسا ملک نہیں جو خود کفیل ہو اور سینہ تان کر مغرب کے سامنے کھڑا ہو سکے ۔ یہ عالمِ اسلام اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک اسلام کے مذکورہ اصول نہیں اپنا لیتا ۔ ہم مسلمان کلمہ تو پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں مگر اسلامی اصولوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ۔ ہمارا رہن سہن ، کھانا پینا ، چلنا پھرنا ، وضع قطع غرضیکہ ہر کام میں غیروں کی تقلید ہے اِسی لئے علامہؒ نے کیا خوب کہا ہے ۔

وضع میں ہو نصاریٰ تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

پھر بھی ہم شکوہ کرتے ہیں کہ اللہ ہماری مدد نہیں کرتا اور ہم رسوا ہو رہے ہیں ۔ اگر ہمارے یہی چلن رہے اور ہم اِسی طرح اسلام سے دور ہوتے رہے تو پھر آنے والا وقت ہمارے لئے مزید خرابیاں اور بربادیاں لے کر آئے گا اور ہمیں کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی ۔ یہ تو تھا ہماری بربادی کا پہلا سبب اب ذرا دوسرے سبب پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد نہیں ۔

علامہؒ فرماتے ہیں ۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرونِ دریا کچھ نہیں

اتحاد کیا ہے؟

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی ہمارے ہادی و مرشد جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تعمیرِ ملت'' میں اتحاد کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ جماعت یا قوم کے افراد

میں اِس قدر محبت و اخوت اور قلبی تعلق کا موجود ہونا کہ اگر ایک فرد کو دنیا میں کسی جگہ کوئی تکلیف پہنچے تو جماعت کے تمام افراد خواہ کہیں بھی ہوں اپنی اپنی جگہ یہ محسوس کریں کہ یہ تکلیف خود انہی کو پہنچی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ کہ اگر اِس کی آنکھ یا سر میں تکلیف ہو تو تمام بدن میں بے قراری اور حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور تمام بدن اِس تکلیف کی مدافعت کیلئے تیار ہو کر عمل کرنے لگتا ہے۔ لیکن آج مسلمانانِ عالم میں اِس درجے کے اتحاد کا فقدان ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس جماعت یا قوم کے افراد میں دوسرے بھائیوں کی تکلیف کا احساس نہ ہو وہ ہرگز جماعت کہلانے کی مستحق نہیں وہ بھیڑ بکریوں کا گلہ ہے کہ قصائی جس کو چاہے ذبح کر دے دوسری کھڑی منہ تکتی رہتی ہیں۔ آج یہی حالت مسلمانانِ عالم کی ہے۔

افغانستان اور عراق کو تباہ کرنے کے لئے برطانیہ، فرانس، اٹلی، جاپان اور آسٹریلیا وغیرہ امریکہ سے اتحاد کر سکتے ہیں۔ لیکن اِن دو اسلامی ممالک کو بچانے کیلئے کوئی بھی اسلامی ملک آگے نہ بڑھ سکا۔ فلسطین پر اسرائیل نے بے دریغ بمباری کی اور مسلمانوں کا قتل عام کیا لیکن عالم اسلام کی کوئی طاقت بھی ان کی مدد نہ کر سکی۔ مصر اور سعودی عرب بھی ان کی بربادی کا تماشا دیکھتے رہ گئے۔ اِس کے بعد دوسرے اسلامی ملکوں کو تباہ و برباد کرنے کے چرچے سنائی دیتے ہیں۔ خلیفہ عبدالملک کے دور میں سندھ کے علاقہ میں مسلمانوں پر راجہ داہر کی فوج نے کچھ ظلم کیا اور ایک مسلمان لڑکی کو قید بھی کر لیا۔ اِس لڑکی نے خلیفہ کو دہائی دی ایک مسلمان قیدی سن رہا تھا۔ اتفاق سے وہ کسی طرح بچ نکلا اور دمشق پہنچ کر خبر خلیفہ کو پہنچائی خلیفہ نے دادرسی کیلئے سندھ پر فوج کشی کر کے پورے سندھ پر قبضہ کر لیا اور قیدیوں کو آزاد کرا لیا۔ یہ ہے وہ بات کہ جسم کے ایک عضو کو اگر تکلیف پہنچے تو سارا جسم بیدار ہو کر مدافعت کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ جس جماعت میں یہ روح پیدا ہو جاتی ہے اِس کا کوئی فرد اپنے آپ کو اکیلا و بے بس نہیں سمجھتا۔ خلیفہ عبدالمالک نے تو ایک لڑکی کی دہائی پر سندھ پر فوج کشی کی آج مسلمانانِ عالم کی ہزاروں بیٹیاں دہائی دیتی ہیں بلکہ دھاڑیں مارتی ہیں لیکن کسی بھی مسلمان حکمران کا خون گرم ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ان کی دادرسی کیلئے آگے بڑھتا ہے۔ پاکستانی قوم کی ایک بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو تقریباً پانچ چھ سال ہوئے بمع دو بچوں

کے اغوا کر کے لاپتہ کر دیا گیا تھا۔ جس کے بارے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ امریکیوں کی بدنام زمانہ بگرام جیل میں قید ہے اور امریکی درندوں نے اِس پر وہ ظلم ڈھائے ہیں جنہیں بیان کرتے ہوئے ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ قوم اور اسلام کی بیٹی ہے اِس لئے قوم اور حکومت کو اِس سلسلہ میں آواز اُٹھانی چاہیے اور اسے بازیاب کرانا چاہیے۔ لیکن وہ حکومت جو خود ہی اپنی بیٹیوں کو اغیار کے حوالے کرے وہ کیا آواز اُٹھائے گی اور کیسے بازیابی کرائے گی۔ یہ کتنے دُکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانانِ عالم کا گھیراؤ کیا جارہا ہے اور ہر طرف سے انہیں مار پڑ رہی ہے طرح طرح کے الزامات لگائے جارہے ہیں۔ لیکن یہ ایک کان سے سنتے اور دوسرے سے نکالے جارہے ہیں۔ بجائے اپنی مدافعت کے دشمنوں کی تعریفیں کرتے ہیں اور انہیں تمغوں اور ایوارڈوں سے نوازتے ہیں۔ یہ ہیں مسلمان اور یہ ہے ان کا اتحاد۔ اِس وقت مسلمان ملکوں کے عوام انتہائی غربت اور افلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ ان کے حکمران اور رہنما امیر ترین اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بددیانتی، ناانصافی اور ظلم ہمارے معاشروں میں زوروں پر ہے۔ اِس حال میں ہمیں دیکھ کر کون کہے گا کہ ہم اسلامی دنیا کے باشندے ہیں۔ اسلام تو ایک ہتھیار ہے۔ باعمل مسلمان جب اِس ہتھیار سے مسلح ہو جاتا ہے تو پھر کوئی طاقت اِس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی۔ پھر بڑے بڑے دریا، صحرا اور پہاڑ بھی اِس کا راستہ روکنے کی جرات نہیں کرتے وہ بھی اِس کے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ اِسی لئے علامہؒ نے فرمایا۔

دو نیم اِن کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ اِن کی ہیبت سے رائی

میری دُعا ہے کہ اللہ ہم سب مسلمانوں کو اسلام اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں قرونِ اولیٰ جیسے رہبر اور رہنما عطا فرمائے۔ جو اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنارے لگانے میں عملی طور پر کچھ کام کریں اور مسلمانوں کو اغیار کے تسلط سے نکال کر ملتِ واحدہ بنانے کی کوشش کریں۔ آمین!

جمع القرآن الحکیم اور ربط و ترتیب

انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

ام یقولون افترٰہ۔ قل فاتوا بعشر سورٍ مثلہ مفتریت وادعوا من استطعتم من دُون اللّٰہ اِن کنتم صدقینo

''کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قران کو از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو''۔ (سورۃ ھود۔ آیت مبارکہ ۱۳)

1۔ بعض بے ربطی کے شکار قاری

قرآن پاک کی روح سے عاری جب کوئی قاری قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ ایک عجیب و غریب مخمصہ بلکہ بعض اوقات وحشت ناک بے ربطی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے آیات بے جوڑ طور پر آگے پیچھے رکھ دی گئی ہیں۔ مضامین کا سلسلہ بھی جگہ جگہ ٹوٹتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ دنیاوی کتابی معیار پر پرکھتے ہوئے اِسے یہ کوئی باقاعدہ کتاب نظر نہیں آتی، بلکہ وہ اسے مختلف لمبائی چوڑائی گہرائی والے بے شمار مضامین کا آگے پیچھے رکھا ہوا ایک جمگھٹا محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ بذات خود قرآن حکیم اپنے آغاز ہی میں بے مثل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کہ ''یہ وہ کتاب ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے''۔

سوال یہ ہے کہ قرآن حکیم کے سرسری قاری کو اس قدر تضاد کیوں نظر آتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام قاری انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا عادی ہے۔ جب وہ قرآن مجید کو انسانی مصنفین کے معیار اور انداز سے دیکھے گا یا پرکھے گا تو یقیناً بے ربطی کا شکار ہو گا۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ قرآن پاک میں بھی مضامین کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ابواب ہوتے، کوئی سورۃ حکومت پر ہوتی، کوئی سیاست پر، کوئی معاشیات پر، کوئی تاریخی واقعات پر، کوئی اخلاقیات پر، کوئی عبادات پر غرضیکہ وہ قرآن پاک میں انسانی ذہن کی ترتیب ڈھونڈتا ہے۔ جو اس میں نہیں ہے۔ اگر یہ کسی انسانی ذہن کی تخلیق ہوتا، تو یقیناً یہ ایسے ہی ہوتا لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔ اِس لئے کہ یہ انسان کو تقسیم کرنے کیلئے نہیں بلکہ اِس کی وحدت کو اُجاگر کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے۔

ہمارے بعض معذرت خواہانہ قسم کے مفکرین اور مفسرین نے بھی قرآن حکیم کی ظاہری بے

ربطی سے اثر لے کر یہ لکھ دیا کہ دراصل یہ کتابی صنف کی کتاب نہیں بلکہ اس کا نزول حضورﷺ پر مختلف مواقع پر خطبات کی صورت میں ہوا اور یہ ان خطبوں کا مجموعہ ہے اور بزعم اِن کے، جب یہ خطبے ۲۳ سال کے لمبے عرصہ میں سینکڑوں علیحدہ علیحدہ حالات میں دیئے گئے ہوں تو نتیجہ ایسا ہی نکلے گا۔ افسوس کہ ان کی اِس دلیل کا قرآن فہمی سے کوئی تعلق نہیں۔

ٹھیک ہے کہ کتاب اللہ کا نزول حضور ختمی مرتبتﷺ پر یکبار نہیں ہوا بلکہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں ۲۳ سال ہوتا رہا۔ لیکن ہمارے یہ مفسرین بھول رہے ہیں کہ اللہ کے رسولﷺ نے قرآنِ حکیم کے نزول والی ترتیب سے جمع نہیں کیا تھا، بلکہ کاتبین وحی کو ہر ایک آیت مبارکہ کے متعلق ہدایت فرماتے، کہ اِسے فلاں جگہ، فلاں آیت کے آگے پیچھے لکھ لو۔ یہ اِس ترتیب اور تزئین کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں قرآن پاک کی ترتیب و تزئین ہے اور حضورﷺ نے اِسی کے مطابق قرآن حکیم کو لکھوایا اور اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو یاد کروایا اور پھر آپﷺ کی زبان مبارک سے سن کر آپﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اِسی طرح قرآن پاک یاد کیا۔ اِس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم ۲۳ سالوں پر مشتمل خطبات کے نزول کا بے جوڑ مجموعہ نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی دی ہوئی ترتیب اور اسلوب کے عین مطابق وحی ہے۔ اگر آپ قرآن حکیم کے اسلوب میں ربط اور اس کے وجود میں حسن اور خوبیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنے اردگرد خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ آپ کو یہاں بھی وہ خوبصورتی اور ربط خود بخود نظر آنے لگے گا جو قدرت کے باقی عظیم خوبصورت مناظر میں موجود ہے۔

2۔ قدرت اور ربط

پہاڑوں کے سلسلہ کو دیکھیں شاید زمین پر ان سے زیادہ پرشکوہ خوبصورت نظارہ کہیں اور نہیں لیکن جو سیلانی پہاڑوں کی اوپری سطح سے دیکھتا ہے اس کیلئے یہ انواع و اقسام کی چھوٹی بڑی نوک دار کھردری چٹانوں کا آگے پیچھے اوپر نیچے بے جوڑ بے ربط مجموعہ ہے۔ جن پر بلا ترتیب ہزاروں قسم کے درخت پودے اور بوٹیاں اُگی ہیں لیکن اگر وہ سیلانی جز (Part) کے بجائے کل (Whole) کا نظارہ کرتا ہے تو اِس کی روح پہاڑوں کے حسن پر وجد کرنے لگتی ہے۔

یہی حال تمام دوسری قدرتی تخلیقات کا ہے۔ اپنے سامنے کے درخت کو لیجئے فرداً فرداً جدھر سے بھی دیکھو ظاہراً تمام شاخیں اور پتے بغیر کسی ترتیب کے اِدھر اُدھر نکلے ہوئے ہیں لیکن کلی طور پر شاخوں اور پتوں کی اِس ظاہراً بے ربطی ہی میں ایک ایسا باطنی ربط ہے جس نے درخت کو خوبصورتی اور تازگی کا زندہ شاہکار بنادیا ہے۔

آسمانوں پر ستاروں کے وسیع دنیاؤں پر نظر اُٹھائیں۔ ستارے ہر جگہ ایک جیسے نہیں۔ کہیں زیادہ کہیں کم۔ چھوٹے بڑے، ملے جلے، دور نزدیک۔ دیکھنے والا جب سرسری نظر سے آسمان کے ایک محدود حصہ پر نگاہ کرتا ہے تو وہ اس سب میں ترتیب کی کمی پاتا ہے لیکن جب وہی آدمی ایک بڑے آسمانی علاقہ کو اپنے سامنے رکھتا ہے تو بنانے والے کی حکمت پر عش عش کر اُٹھتا ہے۔ ایک اور مثال خود بنی نوع انسان کی ہے۔ زمین پر چھ ارب انسان بستے ہیں۔ فرداً فرداً محال ہے کہ کوئی ایک بھی ہو بہو دوسرے جیسا ہو لیکن اِس ظاہراً اختلاف اور بے ربطی میں ایک شاندار وحدت پوشیدہ ہے جس کے اظہار کا ایک پہلو خاندان، معاشرہ، قومیں اور ملک ہیں۔

3۔ کلام اللہ کا ربط

جس طرح قدرت کے نظاروں میں ربط ہے بالکل اسی طرح کلام اللہ کی حیثیت ہے۔ اس کا حرف حرف، لفظ لفظ، آیت آیت، رکوع رکوع، سورۃ سورۃ، منزل منزل بھی نہایت خوبصورتی اور ربط کے ساتھ ایک لڑی میں پروئی ہوئی ہے جسے سمجھنے کیلئے اولی الالباب کا قلب چاہیے۔ یہ سب کام ایسے عظیم حساب سے طے ہوا ہے جس پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس حساب سے کچھ پردے کھول رہا ہے۔ یہ سب کچھ ایک زندہ معجزہ ہے جسکے سامنے انسانی حساب بے حیثیت رہ جاتا ہے۔

قرآن کی آیات مبارکہ میں ربط سمجھنے کیلئے دماغ سے زیادہ قلب کی ضرورت ہے اور اگر عقل سلیم سے کوئی کلام اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو قرآن حکیم ایک مہربان دوست کی طرح از خود یہ راز بتاتا ہے۔ اِس ربط میں ہر ایک آیت مبارکہ کی تلاوت روح کیلئے ترقیوں کے زینے چڑھنے کی مانند ہے اور ہر اگلا زینہ پہلے والے سے زیادہ مسحور کن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ساری عمر انتہائی شوق اور خشوع وخضوع کے ساتھ کلام اللہ کو ہزاروں بار پڑھتے ہیں لیکن ہر بار یہ ایک نئی اور

تازہ شان سے اپنے قاری کا استقبال کرتا ہے۔دراصل قرآنی آیات آپس میں ایک زنجیر کی کڑیوں کی مانند ہیں جن کا وجود علیحدہ علیحدہ بھی ہے اور مربوط بھی۔تلاوت میں یہ اوپر کی منزل کو چڑھتے ہوئے زینہ کی مانند ہیں۔

ربط کے ضمن میں یہ حقیقت بھی اہم ہے کہ جس طرح آپ کے اپنے جسم کے اعضا میں ربط پورے جسم کی زندگی ہے اسی طرح قرآن پاک بھی ایک زندہ وحدت ہے لیکن اس حقیقت کا ادراک بھی تبھی ہوسکتا ہے جب قاری تلاوت کے ساتھ ساتھ آیات کے سیاق وسباق اور معنی پر غورکرتا جائے۔جب تک سمجھ نہ آجائے آگے نہ بڑھے۔یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جب عالم شوق میں کوئی قاری آیات کو بار بار پڑھتا جائے تو ربط کا نور خود بخود اس کے قلب پر نازل ہونا شروع ہوجاتا ہے

4۔ تقویٰ اور اولی الالباب

اے اولی الالباب خوب جان لو کہ اس عظیم کتاب کی آیات میں کوئی شک وشبہ نہیں۔یہ رب العالمین کا کلام ہے۔اِس میں زمان ومکان کے ہر مقام کے لئے انسان کی رہنمائی کا سامان ہے لیکن یہ بات ہر ایک کے بس کی نہیں کہ وہ اس کے نور کو برداشت کرسکے اور راستہ پاسکے۔اِس سے مستفید ہونے کیلئے لازمی شرط یہ ہے کہ آدمی تقویٰ والا ہو۔یہ ایسے ہی ہے جیسے میڈیکل کی کتب سے وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو میڈیکل کالج میں داخلہ لے چکا ہو۔تقویٰ کے مقام کے حصول کیلئے نہایت ضروری شرائط کا سورۃ البقرہ کی پہلی چھ آیات مبارکہ میں اعلان کردیا گیا ہے۔ان میں سے اول یہ ہے کہ آدمی قلب سلیم کے ساتھ برائی سے بچنے کی خواہش رکھتا ہو۔بن دیکھے باطن کی دنیا پر ایمان لائے۔صلوٰۃ قائم کرے،اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے اور اللہ کے حبیب ﷺ پر قرآن پاک کے علاوہ بھی جو کچھ بھیجا گیا تھا یعنی آپ ﷺ کی سنت مبارکہ پر بلاچون وچرا ایمان لائے اور آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے تھے،جن میں سے بعض کا ذکر کلام اللہ میں موجود ہے،ان کی تصدیق کرے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ موت کے بعد آنیوالی زندگی کی حقیقت کو یقین کے ساتھ تسلیم کرے۔جو لوگ ان بنیادی شرائط پر پورا اُترتے ہیں انہیں تقویٰ کی ڈگری عطا ہوجاتی ہے اور یوں وہ اس اہلیت کے حامل ہوجاتے ہیں جس کی بناء پر وہ

قرآن حکیم کی ہدایت سے فائدہ اُٹھا کر دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔

5۔ جمع القرآن اور ترتیب کا مسئلہ

قرآن حکیم کس نے جمع کیا؟ کس نے ترتیب دیا؟ کسی عقل سلیم والے مسلمان کیلئے یہ سوال ہی بے معنی ہے۔ اِسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اسلام کی تکمیل (**الیوم اکملت**) کا مطلب ہی یہ ہے کہ حضور ﷺ پر دین کا چھوٹا بڑا جز مکمل ہو گیا تو پھر قرآن حکیم جو پورے اسلام کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ اِسے ادھورا کیسے چھوڑ دیا جاتا۔ اس کے جمع کرنے اور تعلیم کی ذمہ داری تو خود رب کائنات نے اپنے ذمہ لی تھی فرمایا:

''**اِن علینا جمعه و قرانه**'' (سورہ القیامۃ۔ آیت 17)

لیکن افسوس کہ منافقین نے جن کی اسلام کے زمانہ اقتدار میں کمی نہیں تھی، اِس سیدھے سادھے مسئلہ کو بھی وجہ نزاع بنا دیا اور اسلام کی معتبر ترین ہستیوں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر جمع القرآن کے مسئلہ کو اتنا اُلجھا دیا کہ تبع تابعین کے زمانہ میں جمع القرآن ایک سیاسی فضیلت کا درجہ بن گیا۔ حتیٰ کہ حجاج بن یوسف جو اموی خلیفہ عبدالمالک کی جانب سے حجاز کا گورنر تھا اور جس کے ظلم کے قصے اب تک دل کو لرزا دیتے ہیں، اِسے بھی قرآن حکیم کی ترتیب و تدوین کا حصہ دار بنا دیا گیا اور آج تک یہ مسئلہ اُلجھا ہوا ہے۔ اب مسلمانوں کے دشمن اِسی اختلاف اور جھوٹی سچی روایات کو ملا کر یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں کہ قرآن پاک حضور اکرم ﷺ کے انتقال کے کافی عرصہ بعد کتابی شکل میں لایا گیا۔ لہٰذا اِس دوران کتاب اللہ کے کچھ حصے ضائع ہونا بعید از قیاس نہیں (نعوذ باللہ) اور بعض جھوٹی آیات جو در اصل وحی الٰہی نہیں تھیں، سیاسی مفاد اور شخصی تقدس کی بنیاد پر قرآن پاک میں شامل کر دینا بھی ناممکنات سے نہیں (نعوذ باللہ) لہٰذا مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ کلام اللہ ہو بہو اور حرف بحرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ پر نازل کیا صحیح نہیں (نعوذ باللہ) لیکن یہ سب خرافات ہیں جو منافقین کے اذہان کی پیداوار اور مسلمانوں کے مخالفوں کا پراپیگنڈا ہے۔ اِن میں ذرّہ برابر بھی صداقت نہیں۔ سبحان اللہ مالک کائنات نے قرآن حکیم کے آغاز ہی میں اپنی کتاب کے متعلق ایسے تمام فضول

مسائل کا قلع قمع کر دیا۔فرمایا۔ **ذالك الكتاب لا ريب فيه۔**

سورۃ القیامۃ کی آیت 75 اور اِس عظیم خوشخبری اور دعویٰ کے بعد قرآن حکیم کی جمع اور ترتیب کو حضور ﷺ کی بجائے کسی اور کے نام لگانا صریح کفر ہوگا۔ایسا خیال دراصل رسول اللہ ﷺ پر (نعوذباللہ) اعتراض ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا فرض منصبی پورا نہ کیا۔جبکہ اشرف الانبیاء آخرت کو رخصت سفر کے موقع پر (ہماری زندگی و آخرت آپ ﷺ پر قربان ہو) فرماتے ہیں۔

''مسلمانو! میں تم سے رُخصت ہو رہا ہوں۔تم میں دو چیزیں بطور یادگار چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری سنت (متفق علیہ) کسی بھی شیعہ سنی یا کسی فرقہ کو اِس حدیث مبارکہ پر شک نہیں جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ حضور پاک ﷺ کے سامنے قرآن حکیم ایک کتاب کی شکل میں موجود تھا۔اِسی نسبت سے سورۃ فاتحہ جسے سورۃ حمد بھی کہا جاتا ہے کہ فاتح الکتاب قرار دیا۔حالانکہ اپنے نزول کے اعتبار سے یہ بعد کی سورت ہے۔

حضرت امام جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ''قرآن حکیم کو کتابی شکل میں جمع کرنے کیلئے سرورکائنات ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔حضرت علی رضی تعالیٰ عنہ اِس کام پر لگ گئے اور حضور ﷺ کی زیرِ نگرانی ایک زرد رنگ کے پارچے میں قرآن پاک کو جمع کیا اور پھر اِس پر مہر لگا دی۔(حوالہ تاریخ القرآن۔ابوعبید اللہ زنجانی) اہل سنت کے مشہور مولف حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں حضرت زیدؓ بن ثابت کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ''ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں قرآن حکیم (جو ریشم کے ٹکڑوں، کاغذ کے پرزوں اور لکھنے والی ایسی کئی دوسری چیزوں میں منتشر تھا) جمع کرتے اور ہر آیت اور سورۃ کو حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق اِس کے مناسب محل و مقام پر رکھتے تھے لیکن پھر بھی یہ تحریریں متفرق تھیں۔چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ انہیں کتابی شکل میں جمع کریں اور اِسے جمع کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اِسے ضائع کرنے سے ڈراتے تھے''۔

(حوالہ تاریخ القرآن ابوعبید اللہ زنجانی۔معرفت تفسیر نمونہ)

دراصل حضور پاک ﷺ کے سامنے کئی صحابہ کرامؓ اِس عظیم خدمت میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور عساکر رحمۃ اللہ عنہ نے حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

ہے کہ انصار کم میں کم از کم چھ افراد نے قرآن پاک کو حضور پاک ﷺ کے سامنے جمع کیا تھا۔ (حوالہ منتخب کنز العمال جلد دوم حصہ ۵۲ معرفت تفسیر نمونہ) اِسی سلسلہ میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ''انصار میں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پاک ﷺ کے سامنے کلام اللہ کو کتابی شکل میں جمع کیا تھا''۔ (حوالہ صحیح بخاری جلد ٦ ۔معرفت تفسیر نمونہ)

اِن تمام آیات و روایات اور اِن دلائل کے بعد یہ کہنا کہ حضور ﷺ اِس دنیا سے تشریف لے گئے اور قرآن کریم جمع نہیں ہوا تھا ایک بہت بڑا جھوٹ اور باطل کلمات میں سے ہے بلکہ یہ قرآن حکیم کی تکذیب ہے اور حضور ﷺ پر بہتان کہ اپنے فرض منصبی کو پورا کئے بغیر چلے گئے۔

اگر بالفرض قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب حضور پاک ﷺ کے بعد کی ہوتی، تو نبی پاک ﷺ اور اصحابہ کرامؓ کس ترتیب سے قرآن حفظ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا کیا مطلب ہے؟ ''اگر تمہیں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے تو اِس جیسی ایک ہی سورۃ بنالاؤ''۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۳)

6۔ دشمن کے جارحانہ اقدام

مندرجہ بالا حقائق کے پیشِ نظر ہمیں جمع القرآن کے سلسلہ کی سازش کے اثرات کو سمجھنے کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر آج کل کے منافقین، تحقیق کے لبادہ میں کلام اللہ پر حملہ کر رہے ہیں اور اپنے اِس مذموم پراپیگنڈا کو جدید ذرائع ابلاغ مثلاً انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف اپنے جارحانہ حملے اسلامی ادب میں پھیلی ہوئی غلط روایات سے ہی کرتے ہیں اور قدیم علماء کے حوالہ سے کچھ کمزور روایات کا سہارا لے کر اکثر یہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں آیات، سورتوں اور سپاروں کی ترتیب حضور ﷺ کے صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کارنامہ ہے۔ ان کے مطابق حضور ﷺ قرآن پاک کو بکھرے ہوئے اجزا میں چھوڑ گئے جنہیں ابتدا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر اکٹھا کیا اور کتابی شکل دی۔ یہ صحیفہ حضرت عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی بھی ہیں، کی حفاظت میں رہا۔ آخر کار خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے مشورہ سے اِس صحیفہ کی دوبارہ اصلاح کی جسے مصحفِ عثمانی کہا گیا، جس کی مصدقہ کاپیاں اسلامی سلطنت کے مختلف صوبائی دارالحکومتوں میں معیاری قرآن کے طور پر عوام کی سہولت کیلئے رکھی گئیں۔

اپنے اِس دعوے کے قول میں وہ کئی روایات پیش کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب اور بعض آیات مبارکہ کی ترتیب بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقرر شدہ کمیٹی کے زیرِ نگرانی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔ قرآن حکیم کے متعلق یہی نہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیس پاروں میں تقسیم اِس سے بھی بہت بعد کے زمانے کی بات ہے اور اِس فضیلت کا حقدار حجاج بن یوسف کو قرار دیتے ہیں جنہوں نے اموی خلیفہ عبدالملک کے حکم پر یہ کام کیا تھا۔ بعض مستشرقین کا یہ کہنا ہے کہ تیس پاروں کی تقسیم کسی نامعلوم عالم کی ہے اور اسکی وجہ صرف پڑھنے کی سہولت ہے تاکہ روزانہ ایک سپارے کے حساب سے مہینہ میں ایک دفعہ قرآن حکیم پڑھا جاسکے۔ سپاروں ہی کے بارے میں کچھ شرانگیز روایات ایسی بھی آئی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد ﷺ کی ہدایت کے مطابق جو قرآن پاک کا مجموعہ تیار کیا تھا اِس میں چالیس سپارے تھے لیکن بعد میں اس میں سے دس سپارے ضائع ہو گئے (نعوذ باللہ) لیکن کوئی اِن لوگوں سے پوچھے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بن گئے تو پھر اِن دس سپاروں کو بحال کیوں نہ کیا؟ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے لکھے ہوئے الفاظ نقاط اور حرکات مثلاً زیر، زبر، پیش وغیرہ لگانے کا کارنامہ بھی حجاج بن یوسف کا ہے حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتبِ وحی سے ایک روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ نے خود ہدایت کی کہ الفاظ پر نقاط اور حرکات لگاؤ۔ یعنی خود صاحبِ قرآن ﷺ نے زیر، زبر اور پیش الفاظ کی حرکات اور ان کے لہجے تک بھی وحی الٰہی کے مطابق طے کئے۔

لمحہ بہ لمحہ (سالانہ اجتماع سلسلہ توحیدیہ)

جواد رضا

(جواد رضا صاحب حلقہ گوجرانوالہ سے "طالب" ہیں انہیں سلسلے سے متعارف ہوئے تھوڑا عرصہ ہی گزرا ہے انہوں نے اپنے محسوسات کو بڑے احسن انداز سے قلم بند کیا ہے، بھائی اِن کا مطالعہ کرنے کے دوران اپنے آپ کو اجتماع کے ماحول میں ہی محسوس کریں گے)

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

(اقبالؒ)

یہ شعر کوئی 22 برس پہلے سنا تھا، مگر اِسکی عملی صورت دیکھنے کی حسرت ہی رہی۔ ہر جگہ خاص و عام کا مظاہرہ ہوتے ہی دیکھا، خاص خود کو خاص اور عام کو عام ہی سمجھتے ہیں، اسلام جو بھائی چارہ اور اخوت کا سبق دیتا ہے، اِس پر عمل صرف 22 برس بعد میں نے اگر کہیں دیکھا تو وہ تھا "سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماع" میں۔

دو روزہ اجتماع میں شمولیت کیلئے ہم دو دوست بروز جمعتہ المبارک 10 اپریل کو دوپہر 12:45 پر مرکز تعمیر ملت پہنچے۔ استقبالیہ کاؤنٹر پر ہمارا خوشدلی اور گرم جوشی سے استقبال ہوا ایک بھائی نے ہمارا نام اور پتہ پوچھ کر رجسٹر ڈ میں درج کیا۔ جبکہ دوسرے بھائی نے ٹیگ پر میرا نام لکھ کر میری قمیض کی داہنی طرف لگا دیا۔ اِستقبالیہ سے فراغت پاتے ہی ہم پنڈال کی طرف بڑھے شامیانوں تلے خوبصورتی سے سجا پنڈال آنکھوں کو بھلا لگ رہا تھا۔ پنڈال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک نشست گاہ اور دوسری طعام گاہ۔

نشست گاہ کے ایک طرف سٹیج بنا ہوا تھا۔ جس کو سادگی سے سجایا گیا تھا۔ اسٹیج پر سفید بے داغ چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ سرسبز گھاس پر صاف ستھری صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ شامیانوں پر مختلف بینرز لگے ہوئے تھے۔ جن پر فرموداتِ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور اقبالؒ کے مختلف اشعار لکھے تھے۔

ایک بینر پر تقدیر کے بارے میں جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ صاحب کا فرمان دل پر نقش ہو گیا۔ ''تقدیر کے عقیدے کو غلط طریقے سے ماننے سے بزدلی اور بے عملی پیدا ہوتی ہے، اس لئے تقدیر کو ہمیشہ عمل کیساتھ مانو، بے عملی کے ساتھ ہرگز نہیں، کام جتنا بھی مشکل ہو، اللہ تعالیٰ کے توکل پر اِسے انتہا تک پہنچانے کی کوشش میں مصروف رہو، پھر بھی ناکامی ہو تو سمجھو اِس میں اللہ کی کوئی حکمت ہو گی۔ اِس کے ساتھ ہی ایک پیارا سا شعر لکھا ہوا تھا۔

'' صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل را جانبِ دلدار کن''

ایک جگہ نفی اثبات کے بارے لکھا تھا۔

''جتنی نفی کامل ہو گی، اتنی ہی سالک میں روحانی طاقت پیدا ہو گی اور جس قدر اثبات کامل ہو گا، اتنا ہی سالک کو اللہ کا قرب، حضوری اور معرفت حاصل ہو گی''۔

دوسری جگہ غصہ کی نفی اور صاحبِ کردار کی تشریح تھی۔ اِس کے ساتھ ہی مشہور زمانہ شعر لکھا تھا۔

''یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن، محبوبِ فطرت ہے''

اور ایسے ہی کئی باکمال شعر اور خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ صاحب کی پُرحکمت باتیں لکھی ہوئی تھیں۔

جمعۃ المبارک:۔

چونکہ جمعۃ المبارک کا وقت ہو رہا تھا۔ امامت کی ذمہ داری ملتان سے تشریف لائے بھائی حافظ عبدالکریم صاحب کو سونپی گئی تھی۔ اُنہوں نے اپنے میٹھے سرائیکی لہجہ میں خطبہ دیا حقیقت یہ ہے کہ مجھ کو اُن کا لہجہ بہت پسند آیا۔

شرکاءِ اجتماع:۔

نمازِ جمعہ کے بعد بھائیوں سے باہمی تعارف کا سلسلہ شروع ہوا جتنے بھی بھائی ملے، سبھی کے لہجوں سے پیار اُمڈتا ہوا محسوس ہوا۔ ایک لمحے کیلئے بھی محسوس نہیں ہوا کہ میں اُن میں اجنبی ہوں یا ہماری پہلی ملاقات ہے، حالانکہ یہ سبھی بھائی دور دراز سے تشریف لائے تھے۔

دوپہر کا کھانا:۔

جمعہ کی نماز کے بعد کھانے کا اعلان ہوا،تو ہم لوگ ساتھ بنے پنڈال کے دوسرے حصے میں آئے، جہاں پر ترتیب وار برتن دسترخوان پر موجود تھے۔محمد طالب صاحب اور حاجی احمد صاحب کی نگرانی میں کھانا شروع ہوا، چابکدستی سے کھانا تقسیم کرنے والوں میں نوشہرہ ورکاں کے محمد ارشد، لاہور کے ماجد محمود، گکھڑ کے شیخ یونس ہاشمی، لاہور کے رحمت اللہ شاہ، نوکھر کے قیصر شاہ، گوجرانوالہ کے حسن رضا شامل تھے۔کھانے میں آلو گوشت اور ساتھ روٹی تھی۔ کھانے پکانے والوں کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔

کھانے کے دوران میں نے دیکھا کہ آلو نہ ہونے کے برابر تھے۔مگر پھر بھی ہر بھائی کی کوشش یہی تھی کہ وہ اپنی پلیٹ میں آلو نکالے او ر دوسرے بھائی کو گوشت ڈال کردے، ہر طرف یہی منظر دیکھنے میں آ رہا تھا، جس کو دیکھ کر روح سرشار ہوگئی، ایمان تازہ ہوگیا۔

طارق محمود صاحب سے ملاقات:۔

کھانے کے بعد ہماری ملاقات پنڈی کے بھائی طارق محمود صاحب سے ہوئی، جنکا غائبانہ تعارف ''سفرنامہ کروایشیاء'' کی وجہ سے پہلے ہی تھا، ہم چند دوست طارق بھائی سے گفتگو کرتے ہوئے چہل قدمی کیلئے مرکز سے باہر نکل آئے۔اور اِن کی حلقہ سے وابستگی کی داستان سنتے رہے۔اتنے میں عصر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ہم واپس پنڈال میں آئے۔ سامنے لکھے شعر۔

''ہر تمنا دل سے رُخصت ہو گئی
اب تو آ جا، اب تو خلوت ہو گئی''

کی طرف اشارہ کرکے بولے ''پہلے مصرعہ پر عمل ہو چکا، اب دوسرے کا اِنتظار ہے۔

اتنے میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب، میاں علی رضا کیساتھ تشریف لاتے نظر آئے۔

افتتاحی اجلاس وخطبہ استقبالیہ

عصر کی نماز کے بعد اجلاس کا آغاز ہوا۔ حافظ عبدالکریم صاحب نے تلاوت کی، عبدالرشید ساہی صاحب نے نعت اور کلام میاں محمد بخش سنایا، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض علی رضا بھائی نے سنبھالے اور استقبالیہ خطبہ دیا جس کا خلاصہ ہے کہ ''محبت'' ہی ایسا کامل جذبہ ہے جو سالک کو خدا کے رنگ میں رنگنے کا موجب ہے۔ یہ ایسا شارٹ کٹ ہے جس کے ذریعے سالک کے اندر موجود اخلاق رذیلہ اپنے آپ ختم ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ اللہ کا مقرب بن جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اللہ کی محبت کا سب سے زیادہ حصہ پایا کہ آپ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے تھے اور حضرت خواجہ انصاریؒ صاحب نے بھی حلقہ کی بنیاد محبت وصداقت پر رکھی ہے۔ ایک موقع پر موجودہ شیخ محمد صدیق ڈار صاحب کو اپنی شہرہ آفاق کتاب ''حقیقت وحدت الوجود'' پر آٹوگراف کے طور پر ایک دلچسپ فقرے سے نوازا کہ ''محبت وصداقت تمہیں خدا سے ملا دے گی''۔ اِس کے بعد علی رضا بھائی نے خالد مسعود صاحب کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی۔ اِنکی گفتگو کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

کہ بندہ اللہ سے جتنی بھی محبت کرتا ہو، خالق خدا اُس سے کہیں زیادہ کرتا ہے، اُس رب جلیل نے خود تک پہنچنے کے اَن گنت رستے رکھے ہیں۔ اب یہ ہم پر ہے کہ ہم کسی بھی رستے پر چل کر اُس تک پہنچیں۔ اِس کے بعد انہوں نے باطنی بیماریوں میں سے ''حسد'' کے اوپر تفصیل سے روشنی ڈالی ایک حدیث مبارکہ اِس ہلاکت آمیز بیماری کا نقصان بتانے کیلئے کافی محسوس ہوتی ہے۔

''حسد نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑیوں کو''۔

اِسکے بعد علی رضا بھائی نے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا مرتضٰی صاحب کو لکھے ہوئے خط کا حوالہ دیا (کہ پہلے میرا خیال تھا کہ سب بھائی چھپ چھپا کر کام کریں مگر اب میرا خیال یہ ہے کہ خود کو ظاہر کردیں اِس سے کئی بھائیوں کا بھلا ہوتا ہے) اور خالد صاحب سے اِنکا خواب سننے کی فرمائش کی۔ جسکا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ ''مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ چہرے کو دھویا کرو۔ میں نے کتابیں کنگھالنی شروع کردیں کہ اِس کا مطلب

کیا ہے، مختلف لوگوں نے مختلف تشریحات کیں، مگر میں مطمئن نہ ہوا، چھ سال بعد میں ایک دن دفتر جا رہا تھا کہ ایک ٹرک قریب سے گذرا، جس پر لکھا تھا، جلنے والے کا منہ کالا، تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ اشارہ حسد کی طرف تھا، اِس کے بعد ایک بہت ہی پیارے بھائی جناب مولوی یعقوب صاحب اسٹیج پر تشریف لائے (جنکے متعلق قبلہ انصاری صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ یہ ''عارف باللہ'' ہیں) اور فرمایا''۔

ہم لوگ دوسروں کو تعلیم تو دیتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے، ورنہ انصاریؒ صاحب نے بالکل صحیح فرمایا تھا کہ جو بندہ 3 ماہ میں خدا سے ملنا چاہے وہ میری تعلیم پر عمل کرے۔

ہم غصہ اور نفرت پر کنٹرول نہیں کرتے، ہمارا اخلاق درست نہیں، انصاریؒ صاحب نے ایک دفعہ فرمایا، ہم کو فٹ پاتھ پر بھی چلنا نہیں آتا، نہ سامنے والے کو رستہ دیتے ہیں نہ پیچھے والے کو، کمال تو تبھی ہے کہ ہم بازار سے گزریں اور کسی کو کندھا بھی نہ لگے، سب سے اچھی چیز اپنا اخلاق اچھا بنانا ہے، اگر نہیں تو آپ ولی شیطان تو بن سکتے ہیں مگر ولی اللہ نہیں اور یہی انصاریؒ صاحب کا سبق ہے اِس کے بعد شیخ اکرم صاحب جو انگلینڈ میں مجلس ذکر کراتے اور حلقہ خادم ہیں۔ اسٹیج پر آئے اور بابا جی ڈار صاحب کی ''محبت وشفقت'' کا حال سنایا کہ جو دار لکفر میں بھی ہماری باگیں نہیں چھوڑتی اور حلقہ کی تعلیم نے ہمیں انسانیت سے محبت کرنا سکھایا ہے اور اس میں کسی سکھ، ہندو مسلمان کی پابندیاں نہیں لگائیں۔

نمازِ مغرب اور ذکر:۔

اِس کے بعد نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ چنانچہ سبھی بھائی صف آرا ہو کر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ نمازِ مغرب کے بعد ذکر شروع ہوا۔ ذکر علی رضا بھائی نے کروایا جو کہ عشاء کی نماز تک چلا۔ علامہ اقبال کی خودی، صدقے جاواں مُرشد توں، عزیز عارف صاحب (راولپنڈی) نے پڑھا جو کہ عشاء کی نماز تک چلا۔ ذکر کے دوران وہ بیخودی تھی کہ ایسا لگ رہا تھا، ہر طرف بس اللہ کا ذکر ہی رہ گیا ہے، بابا جان نے آخر میں دُعا کروائی۔

حافظ عبدالکریم کی امامت میں نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ اُس کے بعد کھانے کا اعلان ہوا۔ کھانے

میں چاول اور دال مرغ تھا۔ اور یہ دوپہر کے کھانے سے زیادہ مزیدار تھا۔ اِس کے بعد کچھ دوست تو گروپوں میں بٹ گئے اور باقی سب آرام کی غرض سے چلے گئے۔

حالِ شب

دور دراز سے آئے مہمانوں کے سونے کا اِنتظام اندر کمروں میں کیا گیا تھا۔ صاف ستھرے کمروں میں فرش پر قالین بچھے تھے۔ جن پر سبھی بھائی آرام فرما تھے۔ ایسے میں ہم اور ہمارے حلقے کے ساتھی صوفی عارف سہیل صاحب کی مدھر آواز میں مختلف غزلیات سننے میں محو ہو گئے۔ موسم خوشگوار تھا۔ رہی سہی کسر صوفی صاحب کے نغموں نے پوری کر دی۔ ہر طرف کیف ہی کیف اور سکون ہی سکون تھا۔

نمازِ فجر اور ناشتہ:۔

یہ محفل نمازِ فجر تک چلی، نمازِ فجر اور اُس کے بعد قرآن خوانی کی گئی۔ بعد میں قبلہ باباجان نے خادمان حلقہ اور مجازین کرام سے میٹنگ کی، مجھ کو غسل کی طلب ہو رہی تھی، چنانچہ میں باتھ روم کی طرف چلا آیا، ایک قطار میں صاف ستھرے 8 عدد بیت الخلا جن کے فرش اور دیواروں پر ٹائلز لگی ہوئی تھیں، کے ساتھ ہی 4 عدد باتھ رومز بھی تھے۔ باتھ رومز میں تولیہ اور صابن صاف ستھری حالت میں موجود تھے۔ غسل کے بعد ہم نے طعام گاہ کا رُخ کیا۔ ناشتے میں حلوہ، نان اور چنے شامل تھے۔

دوسرا اجلاس:۔

دوسرا اجلاس صبح 9:15 پر شروع ہوا، حافظ عبدالکریم صاحب نے تلاوت کی اور اُس کے بعد قبلہ ڈار صاحب کی لکھی نعت بھی سنائی گئی، جس کا مجھے پہلا شعر ہی یاد رہ گیا ہے جو کچھ یوں ہے۔

میری من لے توں ہوائے نی سدھی جاویں مدینے نوں
میرا حال سنا دیویں رحمت دے خزینے نوں

سرائیکی لہجے پر میٹھے بول سونے پہ سہاگہ ثابت ہوئے۔

اس کے بعد عبدالرشید ساہی نے نعت سنائی۔علی رضا بھائی نے درود شریف پڑھنے کی فضیلت بیان کی پھر ڈار صاحب گویا ہوئے۔

''آپ لوگوں کو درود شریف پڑھنے کیلئے وقت ضرور نکالنا چاہیے، کیونکہ انسان کے پاس ایک وقت ہی تو ہے،اب آپ پر ہے کہ آپ اپنا وقت کہاں پر لگاتے ہیں،ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو،اب آپ لوگ یہ ذکر سانسوں میں کرلیں یا سالوں میں''۔

اُس کے بعد لیہ چوک اعظم کے پروفیسر شبیر شاہد صاحب نے سیرت النبی ﷺ پر مفصل مضمون پڑھا۔اُسکے بعد جناب محمد صدیق ڈار صاحب کی کتاب ''مقصودِ حیات'' کے مختلف ابواب پر علی رضا بھائی نے بہت جامع انداز میں روشنی ڈالی اِس کے بعد رحمت اللہ شاہ (لاہور) کو خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا۔اُن کے بعد نا رووال کے رانا صفدر صاحب نے جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ صاحب کا ایک واقعہ سنایا کہ جب میں لیبیا جا رہا تھا۔اُس وقت انصاریؒ صاحب کورنگی میں مقیم تھے۔میں اُن کو ڈیوٹی ٹائم میں ملنے گیا اور اُن سے کینٹین تک چلنے کا کہا،مگر جناب نے کہا کہ یہ میرا ڈیوٹی ٹائم ہے،اِس میں کینٹین جا کر کیوں بیٹھوں؟ اِس واقعے سے میں بہت متاثر ہوا، میں نے 4 سال کا عرصہ اُن کے ساتھ گزارا، اِس عرصے میں میں نے اُن میں راست گوئی،سچائی،عالمگیر محبت اور خوفِ خدا کو ہی دیکھا۔پھر بھائی علی رضا نے بتایا کہ۔

''پوری دُنیا میں اِس وقت سلسلہ ہائے تصوف کے تقریباً 100 سلسلے ہیں، سلسلہ توحیدیہ کا آغاز محبت پر ہوا جو کہ رویت باری تعالیٰ کیلئے شرط ہے۔اِس کے بعد خالد محمود صاحب (ملتان) نے مائیک سنبھالا اور عملی زندگی پر سلوک کے اثرات کو بڑے پر اثر انداز میں بیان کیا۔اِس کے بعد جناب غلام مرتضیٰ صاحب نے یقین کے موضوع پر کافی مدلل اور جامع گفتگو کی۔اُن کے بعد شیخو پورہ کے محمد انور عاجزؔ صاحب نے انسانیت کے نام پر ایک نظم پڑھی۔پھر ڈسکہ کے عبدالرشید ساہی صاحب نے ''تصوف اور اقبال'' پر روشنی ڈالی۔

وقفہ نماز اور کھانا:۔

اِس کے بعد ظہر کی نماز ادا کی گئی۔دوپہر کے کھانے میں آج آلو قیمہ تھا، جو کہ

حسبِ سابقہ ذائقے دار تھا اور دوستوں نے کھل کر تعریف کی۔

نمازِ عصر اور تیسرا اجلاس:۔

نمازِ عصر کے بعد حافظ ارشد صاحب نے تلاوت کی اور حافظ عبدالکریم صاحب نے مشہور زمانہ نعت سنائی۔

اج سِک متراں دی ودھیری اے

اِس کے بعد علی رضا صاحب نے اقبال کا واقعہ سنایا کہ مومن کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ مرنے کے بعد بھی اُن کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی ہے، جب اقبال وفات پا گئے تو اُن کے بھائی آئے اور بولے، مجھ کو اُن کا چہرہ دکھاؤ، سنا ہے کہ مومن کے چہرے پر مسکراہٹ ہوتی ہے، یہ بات مجھے اِس لئے یاد آ گئی کہ ابھی محمد شریف چیمہ صاحب اور پیر خاں تو حیدی صاحب ہمارے پاس سے گزرے تو میرے ایک دوست نے کہا۔

''یہ بوڑھوں کے چہرے اتنے کیوں چمک رہے ہیں، نور سا کیسا جھلک رہا ہے؟''۔

تو میں نے کہا بھئی یہ تو ذکر کا کمال ہے''۔

اِس کے ساتھ ہی علی رضا صاحب نے پیر خاں تو حیدی صاحب کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی۔ جنہوں نے بڑی دل سوزی کے ساتھ کلامِ اقبال سنایا۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ نیاز میں

یہ الفاظ لکھتے ہوئے میرے کانوں میں پیر خاں تو حیدی صاحب کا مخصوص اور پرسوز لہجہ گونج رہا ہے۔ اِس کے بعد محمد طاہر چیمہ صاحب کو تو اظہارِ خیال کیلئے بلایا گیا، اُنہوں نے ڈار صاحب کی تعلیمات اور نصیحتوں کو بیان کیا۔ اِس کے بعد جناب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے خطبہ دیا۔

نمازِ مغرب اور ذکر:۔

نمازِ مغرب کے بعد ذکر شروع ہوا، آج ذکر پیر خاں تو حیدی صاحب نے کرایا، عجب روح پرور منظر تھا، بس ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آ رہا تھا اور لگتا تھا کہ جیسے اِس وقت ساری دنیا ہمارے ساتھ ملکر اللہ کو پکار رہی ہے۔ ذکر کے بعد ایصالِ ثواب نوکھر کے حافظ یٰسین صاحب نے کیا اور بابا جی نے دُعا فرمائی۔

رسمِ بیعت:۔

اِس کے بعد رسمِ بیعت ادا کی گئی، جن بھائیوں نے بیعت ہونا تھا، اُن کو آگے بلا لیا گیا، ہمارے حلقے سے سلیم صاحب، شہزاد صاحب اور نعمان احمد صاحب نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔اِس کے بعد بھائیوں کا منہ میٹھا کرایا گیا۔

نمازِ عشاء اور کھانا:۔

نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد کھانے کا دور چلا، رات کے کھانے میں مرغ اور چاول تھے۔کھانا حسبِ معمول مزے دار تھا۔اِس کے بعد دوست خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔

آف دی ریکارڈ:۔

جناب خالد مسعود صاحب سے گفتگو ہوئی کہ آپ کی گفتگو میں رشک پر کوئی بات سامنے نہیں آئی تو وہ بولے کہ یہ پہلو میں نے جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا تھا، کیونکہ رشک اور حسد میں اِتنا باریک سا فرق ہوتا ہے کہ ہم خود بھی نہیں جان پاتے کہ ہم رشک کر رہے ہیں یا حسد۔زیادہ تر لوگ اپنے حسد کو رشک کا نام دے کر چھپانے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ غلط بات ہے"۔

پنڈی کے بھائی طارق محمود صاحب سے گفتگو ہوئی، اُن کا حساب تو کچھ یوں تھا۔

اِک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے ہوتا ہے کیا

طارق محمود صاحب نے بتایا کہ وہ جناب عبدالستار خاں صاحب کے دور میں چند دوستوں کے رویے سے نالاں ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے، مگر جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ صاحب کی تعلیم کو دل سے محو نہیں ہونے دیا، اور تزکیہ نفس کو جاری رکھا۔انہوں نے تصدیق کی کہ انصاریؒ صاحب نے بالکل صحیح فرمایا تھا کہ جو شخص 3 ماہ میری تعلیم پر عمل کرے گا۔وہ دنیا کے جال سے نکل جائے گا، میں خود 3 ماہ میں اِس جال سے نکلا ہوں۔

جناب مولوی محمد یعقوب صاحب سے گفتگو ہوئی تو جناب نے اپنے مخصوص مگر میٹھے لہجے میں کافی سیر حاصل گفتگو کی۔

محفلِ سماع:۔

محفلِ سماع 11:30 پر شروع ہو کر صبح تقریباً 4 بجے تک چلی۔عجب سماں تھا، ہر بھائی محبت وحدت کے جام پی رہا تھا اور قوالی اُسے دو آتشہ کر رہی تھی۔

اِس شعر کی سمجھ اِس وقت آئی۔

نہ بادہ نہ صراحی نہ دورِ پیمانہ
فقط اِک نگاہ سے رنگین ہے بزمِ جاناں

کہ سارا کمال تو باباجان کی نظر کا ہے جو کہ اِس وقت بالکل قبلہ انصاریؒ صاحب کی تصویر نظر آ رہے تھے پہلے دور میں باباجان کے دائیں جانب علی رضا بھائی اور بائیں جانب خالد مسعود صاحب بیٹھے بھائیوں کی تشنگی دور کرتے رہے اور قہوے کے وقفے کے بعد مولوی یعقوب صاحب اور خالد محمود صاحب (ملتان) بھائیوں کو شرابِ طہور میں شرابور کرتے رہے۔ سماع کے بعد امین شاہ صاحب نے باباجی کے ساتھ بیٹھ کر ترانۂ توحیدیہ پڑھا اور باباجان نے اِختتامی دُعا کروائی۔

نمازِ فجر اور ناشتہ:۔

نمازِ فجر کے بعد ناشتے کا دور چلا جس میں رس اور سالن روٹی تھا۔ ناشتے کے بعد دوستوں نے رُخصت ہونا شروع کر دیا۔ اِس طرح اِس روح پرور اجتماع کا اختتام ہوا۔ سبھی بھائی اِس اجتماع کی حسین یادیں دلوں میں لیئے، ایک دوسرے کو خوشدلی سے خدا حافظ کہہ رہے تھے اور مقامی بھائی سامان سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔

الوداع اے اجتماع الوداع:۔

کافی دوست رُخصت ہو چکے تھے، ہم دوست ایک جانب بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے۔ دورانِ گفتگو ہم نے دیکھا جناب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب خود ہی کرسی اُٹھائے باہر تشریف لا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر چند بھائی اُن کی طرف لپکے کرسی پر بیٹھتے ہی ساتھیوں نے جنابِ ڈار صاحب کو گھیرے میں لے لیا۔

جناب محمد صدیق ڈار صاحب بھی دوستوں کو مختلف چٹکلوں اور نصیحتوں کے ساتھ رُخصت کرتے رہے، جاتے جاتے ہم نے محمد یعقوب صاحب اور ڈار صاحب کی پرلطف گفتگو بھی سنی اور باباجی سے مل کر ہم اجتماع کی حسین یادیں اور اللہ کی محبت دل میں بسائے ہوئے رُخصت ہوئے۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن
روئے دل را جانبِ دلدار کن

مکافاتِ عمل

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق

عبرت ناک، سبق آموز، ایمان افروز

(1) محمد شکور صاحب میرے عزیز ہیں۔ چک نمبر 104 جنوبی سرگودہا سے تعلق ہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ خوشی محمد میرا تایا زاد بھائی تھا۔ 2001ء میں اُس کی کینسر سے وفات ہوئی۔ سگریٹ بے تحاشا پیتا تھا۔ اُس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ سب ذہنی طور پر معذور تھے۔ خوشی محمد خود بتاتا تھا کہ میں ضلع جیکب آباد سندھ کی تحصیل ٹھل کے گاؤں میرپور بلڑا میں زمیندارہ کرتا تھا۔ ایک روز کھیت میں غلے کا ڈھیر لگا ہوا تھا کہ ایک فقیر آیا۔ اس نے خیرات مانگی۔ میں نے کچھ دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن اُس نے اصرار کیا تو میں نے اُسے خوب گالیاں دیں اور ڈنڈے سے اُس کی پٹائی کی ۔۔ اِس پر اُس نے یہ بد دعا دی کہ خدا تمہارا بیڑہ غرق کر دے اور تمہیں کبھی سکھ نہ ملے۔ خوشی محمد نے بتایا کہ اُس کے بعد میری شادی ہوئی اور سارے بچے معذور پیدا ہوئے اور فقیر کی بد دُعا کے عین مطابق مجھے زندگی بھر سکون نہ ملا۔

(2) محمد شکور صاحب (سن پیدائش 1940ء) قیام پاکستان سے قبل ضلع سنام، ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں سوہلر میں رہا کرتے تھے اُنہوں نے اپنے والد (چوہدری محمد حسن مرحوم) کے حوالے سے یہ واقعہ سنایا کہ ایک برس گندم سے غلہ نکالنے میں تاخیر ہوگئی اور برسات کا موسم شروع ہو گیا۔ اتفاق سے ایک سکھ کسان پریتم سنگھ نے اپنا غلہ بروقت نکال کر اپنے مکان میں محفوظ کر لیا۔ اِس پر محمد حسن صاحب نے اُسے کہا کہ پریتم سنگھا تم پر تو خدا نے بڑا کرم کیا ہے۔ تم نے غلہ وقت پر نکال لیا ہے، اب دیکھیں ہمارا کیا بنتا ہے۔ اللہ مالک ہے، بارشیں تو شروع ہو گئی ہیں، اِس پر پریتم سنگھ بدبخت نے موٹی سی گالی دی کہ خدا نے مجھ پر کوئی کرم نہیں کیا، میں نے ڈنڈے کے زور سے غلہ بچایا ہے۔

اب کرنا خدا کا یہ ہوا کہ جس کمرے میں پریتم سنگھ نے غلہ ڈھیر کیا ہوا تھا، اُس کی چھت کی

ایک کڑی ٹوٹ گئی، دو دن مسلسل بارش ہوتی رہی اور چھت کا سارا پانی کمرے میں جاتا رہا، حتیٰ کہ تمام غلہ مکمل طور غارت ہوگیا اور پریتم سنگھ کو اُس وقت خبر ہوئی جب تلافی کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔

(3) محمد شکور صاحب نے بتایا کہ اُن کے گاؤں (چک نمبر 104 جنوبی سرگودہا) میں بشیر احمد نامی زمیندار تھا۔ نیم خواندہ سا تھا اور زمیندارے کے ساتھ ساتھ پتھر کرش کرنے کا کاروبار بھی کرتا تھا، اِس لئے خاصا امیر ہوگیا تھا اور دولت کی ریل پیل نے اُسے شدید قسم کے غرور میں مبتلا کر دیا تھا اور اذیت پسندی اُن کے مزاج اور کردار کا لازمی حصہ بن گیا تھا۔ طنز، تمسخر، تضحیک کے اسلحے سے ہمہ وقت لیس رہنا اور کسی کو معاف نہ کرنا، نہ کسی بزرگ کو، نہ نوجوان کو، گاؤں کا کوئی فرد اُس کی نشتر زنی سے محفوظ نہ تھا۔ جو بھی اُس کے قریب سے گزرتا وہ اُسے سان پر چڑھا لیتا، کسی کو خاندان کا طعنہ دیتا، کسی کے قد کا مذاق اُڑاتا اور کسی کے رنگ اور حلیے پر طنز کرتا۔ مزید یہ ہوا کہ وہ جوا بھی کھیلنے لگا اور معمولی باتوں پر لوگوں سے مقدمہ بازی بھی کرتا اور نقصان پہنچانے سے دریغ کرتا ہی نہیں تھا۔ خلقِ خدا کیلئے بشیر احمد کی مسلسل ایذا رسانیوں کے نتیجے میں آخر کار خدا کا کوڑا حرکت میں آ گیا۔ اِس کے تین بیٹے تھے، بڑا نشے پر لگ گیا اور صرف 35 سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ دوسرے دونوں بیٹے بھی پرلے درجے کے آوارہ اور نالائق تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کسی نے بھی انہیں رشتہ دینا پسند نہ کیا اور دونوں کی شادی نہ ہوسکی۔ بشیر احمد کی کمائی سے برکت بھی جاتی رہی، کرش کا کاروبار مکمل تباہ ہوگیا اور اولاد کی نالائقی کی وجہ سے فصلوں کی رونق بھی جاتی رہی۔

مالی نقصانات اور مسلسل صدمات کا نتیجہ تھا کہ بشیر احمد فالج میں مبتلا ہوگیا اُس کا ایک بازو بیکار ہوگیا اور زبان بند ہوگئی۔ اب وہ کبھی یہاں، کبھی وہاں بیٹھا رہتا ہے اور ٹِر ٹِر فضا میں گھورتا رہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

تصوف اسلام

عبدالرشید ساھی

تصوف دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے تصوف تمام نفسانی لذات سے دستکشی کا نام ہے تصوف سراپا حقیقت ہے جس میں اسم و مجاز کا دخل نہیں ہے۔ دل کو کدورت کی گندگی سے پاک و صاف رکھنے کا نام تصوف ہے پاکیزہ اخلاق کا نام تصوف ہے تصوف سراسر ادب ہے نفس اور حرص و ہوا کی غلام سے آزادی پانے، باطل کے مقابلے میں جرأت اور مردانگی دکھانے، دنیاوی تکلفات کو ترک کر دینے، اپنے مال کو دوسروں پر صرف کر دینے اور دنیا کو دوسروں کیلئے چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے۔

وہ عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

علامہ اقبال فرماتے ہیں عبادات کے عملی شعبہ کا نام تصوف ہے۔ مجاہدہ اور ریاضت کے ذریعہ سے روحانی قوتوں اور باطنی کمالات کو قوت سے فعل میں لانے کا نام تصوف ہے تصوف خود شریعت ہے تصوف کو سلوک، معرفت اور طریقت بھی کہتے ہیں اس سے علم دین کی تکمیل ہوتی ہے اِس لئے تصوف شریعت کا بلندترین درجہ ہے اس پر خاص صلاحیت اور قابلیت کے لوگ ہی فائز ہو سکتے ہیں ہر کس و ناکس کی اِس پر دسترس نہیں۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے۔

قلیل من عبادی الشکور "میرے شکرگزار بندے تھوڑے ہیں"۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

بہتر ہے کہ بے چارے مولوں کی نظر سے
پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات

تصوف کا انکار مختلف بہانوں اور الزامات کی آڑ میں کیا جاتا ہے۔ حالانکہ تصوف سنت اور روح اسلام ہے بقول مولانا احمد علی لاہوری یہ منکرین تصوف چور، ڈاکو اور راہزن ہیں جو کہ دین کا ایک اہم جزو دین سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔ امام حسن بصریؒ سے لیکر آج تک کروڑوں نفوس

قدسیہ نعوذباللہ کیا غلط راہ پر تھے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اِسے کیا خبر کے کیا ہے راہ و رسم شہبازی

ایک اور جگہ یوں فرمایا۔

ملائے کم نظر نے اُمت میں پھوٹ ڈالی
تسبیح مصطفٰے ہے صدیوں سے دانہ دانہ
اقبال مدرسوں نے دانش تو عام کر دی
کمیاب ہو گیا ہے جذبِ قلندرانہ

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ **ذلك فضل الله یوتیه مین یشاء**

''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے''۔

حاملین تصوف ہی اصل میں اہل حق ہیں ان کا وجود ہر زمانہ میں رہا ہے اور نبوت کے اِس شعبہ کی برکات انہی کے وسیلہ سے دنیا میں پھیلتی رہی ہیں کتب احادیث میں حدیث جبر یلؑ کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب فرمایا گیا ہے احسان کی وضاحت یوں بیان کی گئی۔

جبر یلؑ نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتائیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح سے کرو کہ گویا تم اِسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے پھر حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جبر یلؑ تھے تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے امام مالکؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔

''امام مالکؒ نے فرمایا جس نے فقہ کے بغیر تصوف حاصل کیا وہ زندیق ہوا اور جس نے تصوف سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا'' عالم جب تک تصوف وسلوک سے بے بہرہ ہے نہ وارث رسول ﷺ ہے اور نہ نائب رسول ﷺ۔

علامہ فرماتے ہیں۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

انبیاء اکرام تین اغراض کو پورا کرنے کیلئے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔
اول تصحیح عقائد، دوم تصحیح اعمال، سوم تصحیح اخلاص۔
تصحیح عقائد کے فن کے کفیل علمائے اصول ہوتے ہیں۔
تصحیح اعمال کے کفیل فقہائے اُمت ہوتے ہیں۔
تصحیح اخلاص کے کفیل صوفیاء کرام ہوتے ہیں۔

اخلاص و احسان ساری شریعت کی روح ہے۔جس طرح روح کے بغیر بدن بے کار ہے اِسی طرح اخلاص کے بغیر عقائد و اعمال بے کار ہیں تصوف کے بغیر نہ شریعت زندہ رہ سکتی ہے اور نہ دین سلامت رہ سکتا ہے امام غزالیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ علم تصوف کا حصول عین فرض ہے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی تعلیم تصوف کو فرض عین قرار دیا ہے۔

تصوف محبت الٰہی کے حصول کیلئے بہت ہی ضروری ہے اور یہ علم تصوف اولیاء اللہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے علامہ فرماتے ہیں۔

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

اولیاء اللہ کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک مجرب ذریعہ ہے اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے حضرت تھانویؒ نے فرمایا اولیاء اللہ سے دشمنی کفر تو نہیں مگر توہین کرنے والے مرتے کفر پر ہی ہیں ۔علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں

جب سے ہم نے فرمانِ صاحبِ خلق عظیم ﷺ کو فراموش کیا ہے بربادی اور نامرادی نے ہمیں گھیر رکھا ہے اسلام کے نام پر حاصل ہونے والا خطہ زمین ارضِ پاکستان جس کو فرنگی سٹیٹ بنا دیا گیا ہے نظام سیاست اور نظام تعلیم کے ذریعہ سے ہمیں یورپ کی طرف دھکیلا جا رہا ہے ہندو کلچر اور فرنگی تہذیب کو ہم پر مسلط کیا جا رہا ہے دین سے دوری کے سبب ہم اخلاق سے عاری ہو رہے ہیں ہوس پرستی اور خودغرضی عام ہو رہی ہے حکومتی سرپرستی میں فحاشی، عیاشی، عریانی اور بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔NGO'S کی صورت میں بدکاری کا کاروبار ہو رہا ہے۔ ہندوانہ رسوم کی سرپرستی کرنے والے حکمران ہمیں نہیں چاہئیں۔ اسلام میں ایسے حکمرانوں اور متعدد طبقہ کا کوئی جواز نہیں ہے کربلا کا میدان بھی حکمرانوں کی عیاشیوں، فحاشیوں اور بے اعتدالیوں کو روکنے کیلئے ہی سجایا گیا تھا۔

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغِ دیدہ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہین شہہ لولاک ہے تو

ہمیں اسلام کی عظمت کیلئے کام کرنا ہے نبی رحمت ﷺ کے فرمان کو عام کرنا ہے دین اسلام کی قدروں کو پھر سے بحال کرنا ہے اور تعمیر کردار کا فریضہ انجام دینا ہے اس مقام کو پانے کیلئے اہل دل اور اہل نظر کی محبت اختیار کرنا ہو گی علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

دینی تعلیم بھی عام ہے ارکانِ اسلام بھی تواتر سے ادا ہو رہے ہیں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے

بہت سے شعبے کام کر رہے ہیں مگر جرائم کا گراف بھی ساتھ ساتھ بڑھتا جا رہا ہے جوں جوں علاج ہو رہا ہے مرض بڑھتا جا رہا ہے علامہ فرماتے ہیں۔

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے
خرد کیا ہے؟ چراغ راہ گذر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ راہ گزر کو کیا خبر ہے

دل کی دنیا کو آباد کرو تو شاد رہو گے کامیاب و کامران رہو گے بے صبری بے خبری کی دلیل ہے۔ذات کبریا صبر والوں کے ساتھ ہے فقیر کو فکر نہیں ہونا چاہیے فطری رازوں کو فاش کرنے کیلئے ذکر الٰہی مجرب نسخہ ہے پاس انفاس کی صورت میں یہ نسخہ سلسلہ عالیہ تو حیدیہ کے نصاب میں موجود ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے پہلی منزل ہی سکونِ قلب ہے۔

تیرے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے
ترا دم گرمئ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہی منزل نہیں ہے

آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور
محکوم کا اندیشہ گرفتار خرافات
محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا
ہے بندہ آزاد خود اِک زندہ کرامات

ارشادات و ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

حافظ شہزاد احمد (گوجرانوالہ)

1۔ محبت میں صادق وہ ہوتا ہے جس کے دوست کی طرف سے مصیبت اور بلا آئے تو وہ اسے پوری رغبت کے ساتھ قبول کرے۔

2۔ خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بعض چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے علم اور قدرت کاملہ سے کائنات میں ان کو پیدا فرمایا کہ اگر لوگ ان کے بارے میں زیادہ غور وفکر کریں گے تو پل بھر میں دیوانے ہو جائیں گے۔

3۔ جس نے جو کچھ پایا پیر کی تعلیمات میں پایا۔ پس مرید کو چاہیے کہ پیر کے فرمان سے ذرہ بھر بھی تجاوز نہ کرے۔ پیر مرید کو سنوارنے والا ہوتا ہے۔ اس لئے پیر مرید کو جو ترغیب دے گا۔ اور اس کی جو تربیت کرے گا وہ مرید کو مرتبہ کمال تک پہنچانے کیلئے ہوگی۔

4۔ عارف ہر وقت ولولہ عشق میں ہوتا ہے اور قدرت خدا کی آفرینش میں متحیر ہوتا ہے۔ اگر کھڑا ہے تو دوست کے خیال میں ہے۔ اگر بیٹھا ہے تو دوست کے ذکر میں مشغول ہے۔ اگر سویا ہے تو بھی دوست کے خیال میں متحیر ہے اور اگر جاگتا ہے تو بھی دوست کی عظمت کے حجاب کے گرد طواف کرتا ہے۔

5۔ عاشق کا دل محبت کا آتشکدہ ہوتا ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے وہ اسے جلا دیتا ہے اور نا چیز کر دیتا ہے، اس لئے کوئی آگ عشق ومحبت کی آگ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

6۔ ایک مرتبہ خواجہؒ صاحب نے فرمایا کہ حضرت رابعہ بصریؒ ایک رات عشق کے شوق و اشتیاق میں الحریق الحریق پکارتی تھیں بصرہ کے لوگ یہ فریاد سن کر گھروں سے باہر نکل آئے۔ تا کہ آگ بجھائیں ان میں ایک شخص واصل باللہ تھا۔ اس نے کہا یہ لوگ کتنے نادان ہیں۔ جو رابعہ کی آگ بجھانے آ گئے ہیں۔ اس کے باطن میں تو عشق ومحبت کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ اور اس کے سینہ کے اندر دوست کے عشق کا ٹھکانہ ہے جب وہ اس کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی تو الحریق الحریق کی فریاد کرنے لگتی ہے۔ اس لئے رابعہ کے عشق کی یہ آگ

وصال دوست کے سوا نہیں بجھے گی۔

7۔ بہتے پانی کی ندیوں سے آواز آپ سنتے ہیں کہ ان کا پانی کیسے شور اور فریاد کرتا ہے۔لیکن جونہی وہ سمندر تک پہنچتا ہےتو وہ خاموش ہو جاتا ہے ایسے ہی جب عاشق واصل ہو جاتا ہےتو اس کی فریاد باقی نہیں رہتی

8۔ ایک مرتبہ خواجہؒ صاحب نے آنسو بہاتے ہوئے فرمایا حق تو یہ ہے کہ وہ اس کی دوستی میں جہانوں سے دستبردار ہو جائیں ۔تو پھر بھی تھوڑا ہے۔

9۔ اپنے شیخ عثمان ہارونیؒ کی زبان مبارک سے سنا ہوا ملفوظ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں تو حقیقت جانو کہ خدا اسے دوست رکھتا ہے۔

۱۔دریا کی طرح سخاوت،۲۔آفتاب کی طرح شفقت،۳۔زمین کی طرح تواضع۔

10۔ اہل عشق کے ہاں محبت ایک ایسا علم ہے کہ لاکھوں علماء اس کو جاننے اور سمجھنے کے خواہش مند ہیں،مگر وہ ذرہ برابر اس علم کی خبر نہیں رکھتے۔یہ ایسا راز ہے۔جو دونوں جہانوں سے باہر ہے۔جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

11۔ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بدتر ہے۔

12۔ بعض ایسے عارفان حق بھی ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے۔

13۔ اہل محبت کے ہاں محبت سے مراد یہ ہے کہ وہ مطیع اور فرمانبردار رہیں اور ڈرتے رہیں کہ کہیں انکو بھگا نہ دیا جائے۔

14۔ آپؒ سے سوال کیا گیا کہ درویشی کیا ہے،آپؒ نے فرمایا کہ کسی آنے والے کو محروم اور مایوس نہ کیا جائے۔اگر کوئی بھوکا ہے تو اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے اگر کوئی ننگا ہو تو اُسے مناسب اور نفیس لباس پہنچایا جائے۔چاہیے کہ ہر حالت میں کسی شخص کو محروم نہ چھوڑا جائے حتیٰ کہ ہر کسی کی احوال پرسی کر کے دلجوئی ضرور کرنی چاہیے۔بس یہی درویشی ہے۔

15۔ راہ محبت میں عاشق وہ شخص ہوتا ہے جو دونوں جہانوں سے اپنے دل کو منقطع کرنے۔

16۔ دنیا میں ان دو چیزوں سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔پہلی صحبت فقراء

دوسری حرمت اولیاء۔

17۔ جب محبت کرنے والا مملکت کا دعویٰ کرے تو وہ محبت کے درجے سے گر جاتا ہے۔

18۔ کل قیامت کے دن اہل عشق اپنی محبت کا دعویٰ کریں گے۔ پھر وہ اپنی محبت میں صادق ثابت نہ ہوں گے۔ تو وہ شرمندہ اور شرمسار ہوں گے پھر آواز آئے گی یہ عاشق صادق نہیں ہیں۔ انہیں عاشقوں کے گروہ سے نکال دو۔

19۔ اللہ جس کسی کو اپنا دوست بناتا ہے اور اس کو پسند کرتا ہے۔ اِس کے سر پر بلا اور مصیبت برساتا ہے۔

20۔ اہل عشق وہ لوگ ہیں جو ماسوائے ذکر الٰہیہ کے کسی کو پسند نہ کریں۔

21۔ ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ سے پوچھا گیا۔ عارفوں کی اصل خوبی اور صفت کیا ہے۔ فرمایا کہ وہ ہمیشہ خاموش رہتے ہیں اور غم میں مبتلا رہتے ہیں۔

22۔ آپؒ نے فرمایا جس نے خدا کو پہچان لیا۔ اگر وہ مخلوق سے خلوت، جدائی اور علیحدگی اختیار نہ کرے تو سمجھ لے کہ اِس کے پاس کوئی نعمت نہیں۔

23۔ عارف کا کمتر درجہ یہ ہے کہ صفات حق اِس میں پائی جائیں۔

24۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک گنہگار نوجوان فوت ہوا لوگوں نے اُسے خواب میں دیکھا کہ وہ حاجیوں کے ساتھ جنت میں ٹہل رہا ہے۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ اِس سے پوچھا کہ اے نوجوان تو نے کوئی نیک عمل تو نہیں کیا پھر تمہیں یہ سعادت کیسے حاصل ہوئی۔ اِس نے جواب دیا کہ میری بوڑھی ماں تھی جب میں گھر سے نکلتا تو اپنا سر ماں کے قدموں میں رکھ دیتا۔ ماں دُعا دیتی کہ خدا تجھے حج کرائے اور تجھے بخش دے۔ اللہ نے ماں کی دُعا قبول کر لی اور مجھے بخش دیا۔ اور مجھے حاجیوں میں شمار کر دیا۔

سفر نامہ کروایشیا (قسط نمبر۲)

طارق محمود

(طارق محمود صاحب حلقہ توحید یہ راولپنڈی سے تعلق رکھتے ہیں، تحقیقی مقاصد کے حوالے سے انہیں اپنے آفس کی جانب سے یورپ جانے کا موقع ملا ان کے سفری احوال کا قسط وار سلسلہ بھائیوں کیلئے پیش خدمت ہے)۔

فیلو شپ کی منظوری کی اطلاع تک کروایشیا (CROATIA) کا نام تک نہ سنا تھا۔ پہلی بار پتہ چلا کہ سابقہ یوگوسلاویہ کی تقسیم کے بعد چار ملک معرض وجود میں آئے۔ سربیا، کروایشیا، بوسینا اور سلوینیا، کروایشیا کا دارالحکومت زیگریب ZAGREB ہے، اِس ملک کی لمبائی تقریباً پشاور سے کراچی جتنی ہے۔ لوگ دراز قد اور خوبصورت جبکہ ملک بھی نہایت سرسبز اور زرخیز، ویسے بھی ہم نے اِس ملک کو بہترین موسم میں دیکھا۔ اپریل سے بہار کا موسم شروع ہوتا ہے اور جون تک تو خوشگوار ہی رہتا ہے۔ یہی چار مہینے ہمارے قیام کے تھے، بار ہا ایسا محسوس ہوا کہ یہ قیام شاید کسی بھلائی کا نتیجہ ہے کہ اس تمام عرصے میں ایک راحت اور آسودگی مسلسل حاصل رہی، یوں یہ چار ماہ، زندگی کے بہترین ایام میں شمار کیے جائیں گے، جن میں کوئی خواہش رد نہیں ہوئی۔ ہر معاملہ حسب منشاء ہی پیش آیا حالانکہ تسلیم و رضا کی کسی منزل سے آشنائی تک نہ تھی۔

ڈبراوکو Dubravko سے ملاقات:۔

ہمارے یہاں قیام کی ایک خاص بات مسٹر ڈابراوکو سے ملاقات تھی۔

یہ نوجوان ہمیں اپنے ایک دوست کے ہمراہ ایک شام شہر کے مرکزی بازار میں اتفاقاً ملا۔ میرے ٹریننگ فیلو اشتیاق نے ان دونوں سے ایک کلب کے بارے میں پوچھا تو نہ صرف یہ کہ اس نے بتایا بلکہ ساتھ جا کر وہ جگہ بھی دکھا دی۔ اِس مختصر سے وقفے میں وہ ہم سے، ہمارے بارے میں معلومات بھی لیتا رہا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، میرا گفتگو کو طول دینے کا موڈ بھی نہیں تھا لیکن اثنائے گفتگو جب یہ پتہ چلا کہ ڈبراوکو زیگریب سے تقریباً 250 کلومیٹر دور ایک قصبے میں رہائش پذیر ہے اور آج ہی اپنے دوست فرینکی سے ملنے آیا ہے تو میری توجہ اِس کی طرف بڑھی، دراصل یہاں آنے سے پہلے میری شدید خواہش تھی کہ یہاں کے دیہات و امصار کا بھی کچھ تعارف ہونا چاہئے اور یہ اِس صورت میں زیادہ لطف دیتا ہے جب کوئی میزبان بھی وہاں موجود ہو۔ اشتیاق کی دلچسپی تو مطلوبہ معلومات کے بعد ختم ہو چکی تھی لیکن میں نے گفتگو کو کچھ اِس طرح اُٹھایا کہ

بات تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک بھی ختم نہ ہوئی۔فرینکی اور اشتیاق کی عدم دلچسپی دیکھتے ہوئے ہم نے طے کیا کہ کل پھر ملاقات کی جائے۔

اگلے روز اہلِ وطن سے پہلے ہی ملاقات طے تھی جو دوپہر ایک بجے سے رات آٹھ بجے تک جاری رہی۔ساڑھے آٹھ بجے فلیٹ پر پہنچے تو دابراو کو سے بات ہوئی اس نے بے تابی سے بتلایا کہ وہ تین مرتبہ فون کر چکا ہے۔اِسی وقت شہر کے مرکز ترگ بانا(Trig Bana) کی سمت روانہ ہوئے جہاں دبراو کو موجود تھا کچھ دیر میں فرینکی بھی آ گیا۔یہ ملاقات ایک کافی بار سے شروع ہوئی اور جب آئس کریم کی ایک مشہور دوکان میں ختم ہوئی تو نصف رات بیت چکی تھی لیکن باتیں ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں۔اگلے دن اتوار تھا، سہ پہر کا وقت طے ہوا ملاقات کا، دبراو کو ہمارے اپارٹمنٹ میں ہی آ گیا، میں نے شلوار قمیض پہن رکھا تھا،Wast Coat کے ساتھ دانستہ طور پر، کافی حیران ہوا، کہنے لگا میں پہن کے دیکھوں میں نے ترکیب استعمال بتائی، اُس نے پہن کے فوٹو بنوائے، ایک کلمہ طیبہ لکڑی پر لکھا ہوا ہم لائے تھی وہ میں نے اِسے پڑھوایا، مطلب بھی سمجھا دیا۔پھر پوچھا کہ سمجھ آ گیا؟اِس کے اقرار پر میں نے کہا کہ کلمہ تم پڑھ چکے اور سمجھ بھی لیا۔رائج الوقت مسلمانی یہی ہے۔

شام سات بجے اس نے اپنے دوست فرینکی اور ایک خاتون آنا کو ترگ بانا کا وقت دیا۔میکڈونلڈ جا کر Fish Burger کھائے اور ایک آئس کریم پارلر میں جا کر کیک اور آئس کریم کا دور چلایا۔گفتگو یقیناً ایک دوسرے کو سمجھنے اور کلچر کے فرق پر رہی۔اگلے دن اِنکی واپسی تھی، میں اور اشتیاق الوداع کہنے ریلوے سٹیشن گئے، آدھے گھنٹے کی ملاقات کے بعد ٹرین تک پہنچانے گئے، ٹرین کی روانگی میں کچھ وقت تھا۔ہم اِس سے مل ملا کر واپس چل پڑے کافی دور تک وہ ہاتھ ہلا کر متوجہ رہا۔اچانک مجھے خیال آیا اور میں نے اشتیاق سے کہا کہ یہ ہم نے کیا کیا؟ چند منٹ کی بات تھی، کیا مضائقہ تھا اگر ٹرین کے چلنے تک رُک جاتے۔اُلٹے قدموں واپس ہوئے۔اِس کے استفسار پر میں نے اِسے بتایا کہ ہماری اپنی روایات تو یہی ہیں الوداع کرنے کی مگر شاید یہاں کے ماحول کے زیرِ اثر اِسے فراموش کر گئے، یاد رہے کہ اِس کا وہ دوست جس سے ملنے وہ آیا تھا، اِسے چھوڑنے سٹیشن نہیں آیا تھا۔

دبراو کو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے، ہنس مکھ، ہمدرد ہونے کی وجہ سے اِس کا حلقہ شناسائی کافی وسیع ہے، لیکن حساس بھی کافی ہے، ٹیچر ہونے کی وجہ سے اپنے قصبے میں کافی جان پہچان رکھتا ہے جو ہمارے بھی کافی کام آئی کیونکہ اِس کے توسط سے کئی اور مقامی لوگوں سے دلچسپ رابطے

رہے۔ اپنے ہاں آنے کی دعوت اِس نے دی جو ہم نے بلا تامل قبول کی انگریزی اچھی ہونے کی وجہ سے اکثر رابطوں میں دبراو کو مترجم کا رول بہت عمدہ طریقے سے ادا کرتا رہا۔

ایک اور خوبی اس مردِ مسلمان کی، اِس کا جذبہ خدمتِ خلق بھی تھی جس کا موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ دبراو کے کے گاؤں جانے کا ذکر تفصیل سے آئے گا آنے والی اقساط میں۔

نائٹ کلب: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یورپ کے کلچر میں نائٹ کلب کا ایک اہم مقام ہے، کچھ آگاہی اس مقام سے بھی ضروری تھی، اشتیاق کو بھی کافی اشتیاق تھا اِس معروف جگہ جانے کا۔ ہمارے اپارٹمنٹ سے 10 منٹ کی پیدل مسافت پر نائٹ کلب GAP واقع تھا، دبراو کو نے اس کے مینجر کا اتا پتہ دے دیا تھا۔ ایک ہفتے کے روز جانا ہوا، مطلوبہ شخص یعنی مینجر تو نہ ملا البتہ ایک اور نوجوان مائیکل ملا جس نے اپنے آپ کو اِس کلب کا مالک بتایا۔ خیر۔ اِس سے کچھ معلومات لیں اِس مقام کی رسم و رواج کے بارے میں تو اِس نے بتایا کہ آج تو Young Generation کا دن ہے۔ اِس کے کہنے سے یہ واضح ہو گیا کہ وہ ہمیں اِس زمرے سے خارج کر رہا ہے۔ دبے لفظوں میں Youth کی وضاحت چاہی تو بولا کہ آج دراصل Teen Ages کا دن ہے۔ آپ رُکنا چاہیں تو رُک جائیں لیکن جمعرات کا دن آپ کیلئے زیادہ موزوں رہے گا۔ کہ اِس دن Middle Age کے لوگ ہی ہوتے ہیں۔

اشتیاق کو یہ گلہ تھا کہ Teen Age کو تو وہ بھی بہت عرصہ پہلے خیر باد کہہ چکے ہیں اور راہل نظر ہم دونوں کو قریب قریب ایک ہی دور میں شمار کریں گے۔

اگلی جمعرات کو (یعنی اہل تبلیغ کے بقول شبِ جمعہ) عزیزم اشتیاق کا اصرار رہا کہ Gap چلا جائے، نماز انہوں نے ادا کی اور ہم دونوں پہنچ گئے Gap دربان نے اشتیاق سے کہا کہ آپ اندر نہیں جا سکتے کیونکہ آپ نے جوگر پہن رکھے ہیں۔ معلوم نہیں جوگر ممنوع تھا یا ان کا رنگ۔

کلب کے مالک مائیکل کا حوالہ دیا تو ٹکٹ کے بغیر ہی دونوں کو اِذن مل گیا اندر جانے کا، مائیکل، دو مہ جبینوں کے درمیان بیٹھا شغل مے کشی میں مشغول تھا۔ دور کے سلام پر اکتفا کرتے ہوئے، دو بوتلیں سپرائٹ کی لے کر ایک کونے میں بیٹھ گئے، کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، لوگ آ جا رہے تھے، ملنا ملانا بھی جاری تھا۔

ہم سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن ہم پر کسی نے بھی نگاہِ غلط انداز تک نہ ڈالی ہال میں گئے تو

ایک تیز Beam روشنی کی متحرک تھی حاضرین پر۔ سٹیج پر کچھ اُچھل کود، ڈانس کے نام پر جاری تھی۔ کچھ دیر ہم بھی اِس ہجوم کا حصہ بنے رہے لیکن آدھے گھنٹے بعد یہ ہنگامہ برداشت سے باہر ہو گیا۔ یہ سمجھ نہ آ سکی کہ یہاں لوگ Enjoy کیا کرنے آتے ہیں۔ نائٹ کلب کا ایک رومانوی تصور جو برسہا برس سے ذہن میں بنا ہوا تھا کرچی کرچی ہو گیا، باہر نکل کر کھلی فضا میں بہت سکون محسوس ہوا شاید یہی سکون لینے کیلئے لوگ یہاں آتے ہیں؟ ہنگامے کے بعد سکون ٹرام پکڑی اور ٹرگ بانا پہنچ کر میکڈونلڈ گئے، دو رآئس کریم کا چلایا۔ ایک بات البتہ واضح ہو گئی نائٹ کلب جا کر کہ-------

یہاں کے جہنم میں بھی، آنیوالے اپنی آگ ساتھ لے کر ہی آتے ہیں۔

اہل تبلیغ یہاں بھی ہیں: یہاں آتے ہوئے ویانا میں دو روزہ قیام کے دوران ایک مقام پر چھوٹا سا مجمع دیکھ ہم بھی رُک گئے۔ ایک سیاہ فام مقامی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا اور ایک سفید فام لڑکی اِس کا انگریزی ترجمہ کرتی جاتی تھی۔ وہ سیاہ فام، ایک بورڈ پر کچھ لکھتا یا کوئی تصویر بناتا اور سامعین سے پوچھتا بھی جاتا تھا۔ جب مجمع کافی ہو گیا تو ایک لکڑی نما چیز کی تصویر بنائی اور کچھ پوچھا۔ پھر ایک اور لکڑی کو ساتھ ملا کر بات صلیب تک لے گیا۔ وہاں سے موضوع کو موڑ کر معاشرے کی خدا سے لاتعلقی اور حضرت عیسیٰ کی طرف لے جا کر دعوت دینے لگا ایک مذہبی پروگرام کی۔

اُس سے ملتا جلتا انداز یہاں ایک شام ٹرگ بانا میں دیکھا، چند نوجوان ساز بجا رہے تھے، طبلہ کی آواز دلنواز سے قوالی کی یاد تازہ ہو رہی تھی، الفاظ تو سمجھ نہیں آ رہے تھے مگر صوتی اثرات خوب تھے۔ کافی دیر بعد ایک اور معصوم صورت لڑکی ہماری قریب آئی اور ٹکٹ نما پاس دکھا کر پوچھنے لگی کہ آپ لے لیں گے؟ اِس لئے معذرت ہی مناسب جانی، کچھ دیر میں اندازہ ہو گیا کہ کسی مذہبی نوعیت کے پروگرام کیلئے ہیں اور مفت ہیں تو ہم نے دو پاس لے لئے۔ یوں اہل کلیسا سے بھی ہمارا رابطہ ہو گیا اور اچھے مراسم ان سے بن گئے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

حجامت کا پہلا تجربہ

بہت دن سے حجامت بنوانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ زیادہ خواتین ہی اِس شعبہ سے وابستہ ہیں، بیشتر انگریزی سے ناواقف۔ آخر ایک روز جا پہنچے۔ ایک لڑکی کے گیسوؤں کی آرائش جاری تھی۔ مشاطہ نے کہلوایا کہ انتظار کرنا پڑے گا۔ (خود تو انگریزی نہیں

جانتی تھی، اِسی گا ہک سے ترجمانی کروائی)۔فارغ ہوئی تو میں نے بھی اسی لڑکی سے کہلوایا کہ بال بہت تھوڑے کاٹنے ہیں۔اشاروں سے بھی سمجھایا مگر جب کنگھی کے ساتھ قینچی کی بجائے مشین سے دھڑا دھڑ بال کٹنے لگے تو صبر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ایسی حجامت تو حرم کے نائی نے بھی نہ بنائی تھی۔

دلم زنده شُد

یہاں آنے کے بعد ایک تشنگی جو محسوس ہوئی وہ کیسٹ پلیئر کی تھی جو پہلے ہفتے کے اختتام تک خرید لیا گیا،اب دوسرا مسئلہ کیسٹ کا تھا،معلوم نہیں کیا سوچ کر صرف ایک کیسٹ ہی ساتھ لایا بمعہ تین CD کے،ایک مہینہ تو صرف ایک کیسٹ ہی بار بار سنی۔پھر خیال آیا کہ ہم ذوق حضرات کے پاس CD'S سے کیوں نہ کچھ اور کیسٹ تیار کر لی جائیں،یوں تین چار کیسٹ تیار ہو گئیں اور ذوق سماع کا کچھ بندوبست ہو گیا۔انٹرنیٹ سے بھی قوالی کے موضوع کو خوب کھنگالا اور کافی مفید معلومات اور کچھ مزید آئٹم نظر آئے۔ایک CD جو مولانا عبدالرحمٰن جامؒی کے کلام کی بعنوان ''جامی'' کے ہے،غلام فرید صابری نے مقبول صابری کے بغیر فرانس میں ریکارڈ کروائی تھی،چونکہ اِس کے کچھ عرصے بعد ہی اِس کا انتقال ہو گیا اس لئے یہ مارکیٹ میں صحیح طور پر ریلیز نہ ہو سکی۔انٹرنیٹ پر اِس کے چاروں آئٹم کے Clips موجود تھے۔ایک قوالی!

جہاں روشن است از جمالِ محمد ﷺ
دلم زنده شد از وصالِ محمد ﷺ

کا صرف یہی شعر ایک ڈیڑھ منٹ کے دورانیے کا دیا گیا تھا لیکن کیا کمال کی ادائیگی اور طرز بہت عرصے بعد ایسی عمدہ چیز سننے کو ملی۔یہ Sample کافی احباب کو بھیجا،عزیزم زاہد کے بتانے پر Repeat for ever کی Option پر لگا کر بذریعہ ہیڈ فون دن کا بیشتر حصہ اس کو سنا جاتا رہا۔اِس Sample کو سن کر شدید طلب پیدا ہوئی کہ یہ CD ہاتھ آئے۔

ایک طویل داستان اس CD کے حصول کی ہے جو اب فارسی سمجھنے والے قوالی کے شائقین کیلئے بغیر کسی معاوضے کے راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

ایک بہت ہی پیارے بھائی تھے ایوب بٹ صاحب آج کل نیویارک میں مقیم ہیں،مجھے لڑکپن میں بڑے اہتمام سے سائیکل پر بٹھا کر حلقے میں لے جایا کرتے تھے،سخت قوالی بیزار مگر انہوں نے بھی بعض نایاب آئٹم تلاش کرنے میں کافی مدد کی۔ (جاری ہے)

اس علم کی دھلیزپر دستک تو دو

اوریامقبول جان

اس نے کہامیں اپنی میڈیسن کی تعلیم مکمل کرنے کے بعدداغستان کی سٹیٹ میڈیکل اکیڈمی میں پڑھانے لگا۔مریضوں کاعلاج میرا کام تھااورمیڈیسن کے طالب علموں کوپڑھانا میری ڈیوٹی،لیکن اکثر اوقات بیماری کے ایسے لمحات آجاتے ہیں کہ ڈاکٹر بے بس ساہوجاتا ہے،دوائیاں کام نہیں کرتیں،آپریشن کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی،میں جب ایسے لمحات سے گزرتا تو بہت پریشان ہوتا۔میڈیسن کاساراعلم بے بس سالگتا۔ایسے میں کسی نے مجھے بتایا کہ چین کاامراض کےعلاج میں صدیوں پرانا طریقہ بہت کارگرہوتا ہے۔میں نے سوچااس کوپڑھا جائے۔چینیوں نے اسے جدید سائنسی خطوط پرڈھالا ہے اوراب یہ پوری دنیا میں ایک مسلمہ میڈیسن کادرجہ رکھتا ہے۔چینی اس طریق علاج کو Reflexotherapy کہتے ہیں۔یہ وہ طبی سائنس ہے جوانسانی جسم کے مختلف ظاہری اعضا کواطمینان،سکون اورمساج کے ذریعے اندرونی بیماریوں کاعلاج کرتی ہے۔میں نے اس میں مہارت حاصل کرنے کاسوچا،لیکن یہاں تو کم ازکم بیس سال درکار تھے،جوشاید میری باقی ماندہ نوکری اورزندگی میں ہی پورے ہوجاتے،لیکن لگن اورشوق نے مجھے اس علم کی طرف مائل کرلیااورمیں نے اس علم کے مطالعہ سےاوراپنے میڈیسن کے پس منظر میں یہ جانا کہ انسانی جسم مکمل طورپر ایک بہت بڑی طبعی مناسبت (Biological Rythm) کے ساتھ ایک برقی اور مقناطیسی میدان (Electromagnatic Field) ہے جس کی لہریں ایک مشروب نماوجودپرتیرتی رہتی ہیں۔انسان کے تمام بڑے اعضاء اس خوبصورت برقی نظام کے راستے منسلک ہوکرایک خاص توانائی پیدا کرتے ہیں۔یہ نظام ہماری جلد کے مخصوص حصوں سے منسلک ہے جوبالکل مختلف قسم کے بٹنوں کاکام کرتے ہیں۔چین کےاس طبی علاج کا ساراتعلق جلد پرموجودان مخصوص مقامات سے ہےجن کومساج کرنے،آہستہ سے چھیڑنے،پانی سے دھونے اور دیگرطریقوں سےجسم میں موجود بیماریوں کاعلاج کیاجاتا ہے۔

ڈاکٹرمیگوڈمیگدموڈواس علم میں مستغرق تھااوراس کی حیرانیوں اورطب کی دنیا میں معجزات

پر دم بخود تھا کہ اچانک اس کے سامنے ایک وضو کرتا ہوا مسلمان آ گیا۔ بقول اس کے میں حیرانی کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا تمہیں ایسا کس نے سکھایا۔ اس نے کہا ہمارے پیغمبر نے۔ جس پر میگوڈ میگو موڈو نے کہا میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص ہنسنے لگا اور کہا وہ تو ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں اور وہ آج سے چودہ سو سال پہلے عرب میں تھے اور ڈاکٹر اس دھن میں لگ گیا۔ یہ جاننے کے لیے کہ ہاتھ منہ اور پاؤں دھونے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ اس نے کئی مسلمانوں کو وضو کرتے دیکھا اور ایک عظیم تحقیق لے کر سامنے آ گیا۔

اس نے کہا چینی طب کی اسی پوری علمی کائنات کے مطابق جگر، معدہ، دل، گردہ اور بدن کے مختلف اعضاء کے علاج کے لئے پورے بدن پر 66 ایسے۔ (Biological Actives (Spot BAS یعنی بٹن ہیں جن کو مساج، گرم پانی، ٹھنڈا پانی لگا اور دیگر طریقوں سے آرام میں لا کر علاج کیا جاتا ہے۔ میگوڈ نے کہا کہ ان 66 مقامات میں سے اکسٹھ مقامات ایسے ہیں جو ان جگہوں پر موجود ہیں جنہیں مسلمان وضو کے دوران دھوتے ہیں۔ اس نے مزید حیران ہو کر کہا کہ چینی طب کی ساری سائنس مرض ہونے کے بعد ان مقامات کے ذریعے علاج کی بات کرتی ہے جبکہ وضو میں اس طرح دھونا اور پانی سے بار بار صاف کرنا صرف علاج ہی نہیں بلکہ مرض کی روک تھام کا طریقہ ہے جس سے چینی طب کی تین بڑی مہارتوں، پانی سے مساج، جسمانی مساج، حرکت سے مساج شامل ہے اور پھر اس نے ان تمام مقامات کا ذکر کیا۔ مثلاً اگر آپ چہرے کو دھوتے ہیں تو وہ ہماری بڑی آنت، معدہ، مثانہ اور دیگر اعضاء کی انرجی کو چارج کرتا ہے اور اعصابی نظام اور تولیدی نظام کو مثبت سمت لے جاتا ہے۔ بائیں پاؤں کو دھونا اور مساج Pitutary اور Endocrine کو صحیح طور پر کام کرنے میں مدد دیتا ہے۔ کانوں کے اندر اور پیچھے کے حصے کو مساج کرنے سے بلڈ پریشر میں کمی آتی ہے۔ دانتوں اور گلے کے امراض میں کمی ہوتی ہے۔

کئی سو صفحات پر مشتمل اس کی تحقیق ان 61 مقامات کی تشریح اور توضیح کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ دنیا میں کہیں پر بھی یہ روک تھام کا طریق کار (Prevention Ritual) نظر نہیں آتا۔ یوں لگتا ہے کہ انسان کا کوئی بہت ہی خیر خواہ شخص تھا جس نے صدیوں کی تحقیق کے بعد اسے

یہ وضو کرنا سکھایا تھا، تا کہ وہ اپنی بیماریوں کی وقت سے پہلے روک تھام کر سکے۔ اس نے کہا مجھے کچھ نہیں خبر کہ اس وضو کی کیا روحانی افادیت ہے، لیکن میں ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ دنیا بھر کی طب نے انسان کی صحت کے لیے اتنی فائدہ مند ورزش دریافت ہی نہیں کی۔

میں ڈاکٹر میگوئڈ کی تحقیق پڑھتا جا رہا تھا تو مجھے سرکارِ دو عالم ﷺ کی حدیث یاد آ رہی تھی کہ قیامت کے دن میرے اُمتیوں کے چہرے اور ہاتھ پورے میدانِ حشر میں روشن ہوں گے اس لیے کہ وہ پانچ وقت وضو کرتے ہوں گے۔ میگوئڈ شاید اس روحانیت کی مقام کی طرف چل نکلے کیونکہ بقول اس کے اس وضو کے جسمانی فوائد کا تو میں قائل ہوں اور یہ نہیں ہو سکتا ہے اس کے روحانی فوائد نہ ہوں۔ بدن کے ساتھ روح اور ذہن پاکیزہ نہ ہو۔

مجھے اکثر حیرت ان لوگوں پر ہوتی ہے جو روحانیت کے اس سفر میں جسمانی صحت کے فوائد سے بھی آشنا نہیں ہونا چاہتے۔ جہالت پر مبنی علم نے میرے ملک کے مغرب زدہ لوگوں پر ایک ایسا خوف طاری کر رکھا ہے کہ وہ اس علم کے دروازے پر دستک ہی دینا نہیں چاہتے۔ اس لیے کہ اگر انہوں نے اس دروازے میں جھانک کر دیکھ لیا تو اس کی حیرتیں ان کو مبہوت کر دیں گی۔ وہ اس میں گم ہو جائیں گے اور جب کوئی اس میں گم ہو جاتا ہے تو پھر اسے دنیا کی مادیت، چہل پہل، رنگ و بو، ناچتی تھرکتی رنگینیاں، سب عجیب لگنے لگتی ہے۔ لیکن حیرت ہے کسی بیمار شخص کو وضو کا یہ طریقہ جب کوئی مغربی یونیورسٹی کا پروفیسر بتاتا ہے تو بلا چون و چرا عمل کرنے لگتا ہے اور جب مسجد کے صحن پر بیٹھا کوئی مولوی کہتا ہے تو وہ اسے جاہل، گنوار، فرسودہ اور علم سے عاری کے القابات دینے لگتا ہے۔

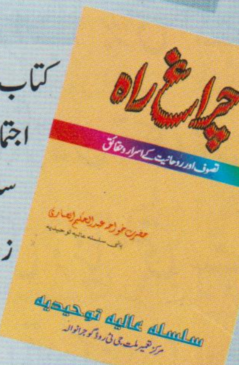
ترانۂ توحیدیہ

ہر وقت تصور ہے تیرا، ہر وقت سرور و مستی ہے
تم خود ہو مجسم میخانہ، آنکھوں سے شراب برستی ہے
ذرا گھونگھٹ رُخ سے اُٹھا جانا، تیری دید کو آنکھیں ترستی ہیں
بھلا اس میں بگڑتا ہے کیا تیرا میرے دل کی دنیا بستی ہے
ساغر میں کہاں یہ رنگینی، صہبا میں یہ ساقی کیف کہاں
یہ تیری نظر کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کی مستی ہے
مخمور جوانی میں کوئی فردوس بداماں آتا ہے
گلشن کی فضائے ہستی میں پھولوں کی شراب برستی ہے
اے جان تمنا حزیں، اے حاصل ایماں حاصل دیں
قربان میں تیرے قدموں پہ کیا دل کیا دل کی ہستی ہے

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



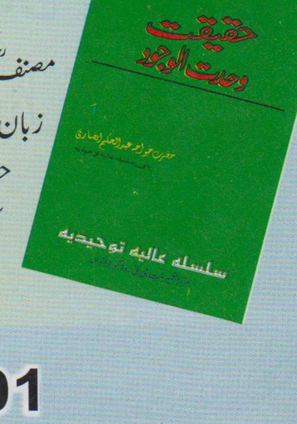
قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات
اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار
ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع
اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور
واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی
اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ
اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے
تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ
کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی
مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام
اوراد و اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے
ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان
زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:-
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین
کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا
اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

Reg: SR - 01

Website: www.toheedia.net